﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(سورہ آل عمران: ۱۱۰)

سلفی دعوت کے اصول

تالیف:

فضیلۃ الشیخ عبد السلام بن برجس آل عبد الکریم

ترجمہ:

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾، ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾

أما بعد: فإن اصدق الحديث كلام الله، وخير الهدى هدى محمد -صلى الله عليه وسلم-، وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار.

حمد وثناء کے بعد:

امت اسلامیہ سب سے بہتر قوم ہے جو پوری انسانیت کیلئے برپا کی گئی ہے، بشرطیکہ وہ ایمان باللہ کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع

کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

دعوت الی اللہ کا فریضہ اس امت کیلئے بہت ہی اہم اور عظیم ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

دعوت الی اللہ کے چار مقاصد ہیں:

☆ اس سرزمین پر اللہ کے کلمے کو سربلند کرنا۔

☆ دعوت وتبلیغ کی امانت کو ادا کرنا۔

☆ لوگوں کو تمام دھرموں کے جور وظلم سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف کی طرف لانے کی کوشش کرنا۔

☆ اور کافروں، گمراہوں اور تمام مخالفین پر حجت تمام کرنا۔

اور اسکے ساتھ ہی دعوت الی اللہ کا یہ نتیجہ اور پھل ہے:

☆ اس سرزمین پر اللہ کے دین کا مضبوط ہونا۔

☆ اس دین کے ماننے والوں کو عزت وسربلندی حاصل ہونا۔

☆ اور آخرت کے اندر اللہ کی رضاجوئی اور اسکی جنت کی حصولیابی میں کامیاب ہونا۔

اور ایک داعی پر واجب ہے کہ وہ دعوت کے میدان میں جو سب سے اہم ہو اسی سے اپنی دعوت کو شروع کرے، پھر اسکے بعد جو اہم ہو۔

اور دعوت کا اہم ستون توحید باری تعالی ہے؛ اسی سے دعوت کو شروع کیا جائے اور اسی پر اسے ختم کیا جائے، اور ہر عمل کو اسی سے جوڑا جائے۔

اور یہ دعوت الی اللہ جسے ہم سلفی دعوت کہتے ہیں، دیگر تمام بدعتی دعوتوں سے کچھ اصولوں میں جدا اور ممتاز ہے، اور اسے اپنے انہیں اصولوں کی بنا پر دوسرے ان فرقوں سے جداگانہ حیثیت حاصل ہے، جو صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی ہیں۔

شیخ عبدالسلام بن برجس آل عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اصولوں کو اپنے اس لیکچر میں جمع کر دیا ہے جسے ہم نے ایک کتاب کی شکل دے دی ہے، تاکہ اس کا فائدہ عام ہو جائے، اور جسکے جمع و ترتیب کے بظاہر دو اسباب ہیں:

پہلا سبب: شیخ نے بعض اسلامی حزبی جماعتوں کو دیکھا کہ وہ بھی سلفیت جیسے شریف اور پاکیزہ نام کو اپنے ساتھ جوڑ رہی ہیں۔

دوسرا سبب: یہ تنظیمیں اور جماعتیں اور ان میں سے بعض تنظیمیں اہل سنت والجماعت کے کسی فرد کے ساتھ تعلق بنا کر اپنے خاص مقاصد کو پورا کرتی ہیں، اور ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا اس کے بغیر، حالانکہ وہ حقیقت میں اس تعلق سے بے خبر اور بری ہوتا ہے (یعنی اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اس سے کس لئے تعلق بنا کر رکھا ہے)۔

پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان اصولوں کو تفصیل سے بیان کرنا شروع کیا اور انہیں دس تک پہونچا دیا جو درج ذیل ہیں:

پہلا اصول: علم شرعی کے حصول کا اہتمام کرنا اور دین کے اندر سمجھ حاصل کرنا۔

دوسرا اصول: دین اسلام کو عملی پیمانے پر تطبیق دینے کی کوشش کرنا۔

تیسرا اصول: علم و بصیرت کی بنیاد پر دعوت کا کام کرنا۔

چوتھا اصول: علم و عمل اور تعلیم ہر پیمانے پر عقیدہ سلف کا اہتمام کرنا۔

پانچواں اصول: سنت نبوی کا اہتمام کرنا، اس پر عمل کا خوگر ہونا اور اسکی طرف دوسروں کو بھی دعوت دینا۔

چھٹا اصول: علمائے سنت سے مضبوطی کے ساتھ جڑ کر رہنا۔

ساتواں اصول: سیاسی پارٹیوں اور پراسرار خفیہ اسلامی جماعتوں اور تنظیموں سے دور رہنا۔

آٹھواں اصول: حکمرانوں کے ساتھ معاملات اور برتاؤ میں ان اصولوں کی پابندی کرنا جن پر کتاب وسنت اور اجماع سلف کی مہر ہو۔

نواں اصول: اہل بدعت کا مقابلہ کرنا اور ان سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔

دسواں اصول: زندگی کے تمام معاملات اور حالات میں کتاب وسنت کو لازم پکڑنا۔

اس لیکچر کی اہمیت کی وجہ سے اور اسکے اندر مضبوط اور قوی دلائل اور اہم اصولوں کے ہونے کی وجہ سے نیز شیخ عبدالسلام بن برجس رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام ومرتبے کی وجہ سے بفضل اللہ تعالی ہم نے اسے علمی تحقیق کے ساتھ کتابی شکل دیدی ہے، اور اسے خوبصورت اور خوشنما شکل میں شائع کیا ہے۔

اور اس کتاب کے اندر ہم نے درج ذیل علمی تحقیقی منہج کو اختیار کیا ہے:

۱- پہلے ہم نے لیکچر کو اچھی طرح تحریری شکل دی ہے، پھر اس تحریر کا لیکچر سے مقابلہ کیا ہے، اور ساتھ ہی اس تحریر کا دقیق علمی اور لغوی مراجعہ کیا ہے۔

۲- کوشش یہی کی ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیکچر کو اسکے اصلی شکل میں تحریر کردیا جائے سوائے ان چند کلمات اور مکرر جملوں کے جنہیں عام طور سے اہل علم حذف کردیا کرتے ہیں، یا بعض جملوں کی ترتیب کا اعادہ کرنا، یا بعض کلمات کا اضافہ کرنا؛ مفہوم کی وضاحت اور اسے پورا کرنے کی خاطر، اور اکثر ایسا بہت کم ہے۔

۳- شیخ عبدالسلام بن برجس رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھ دی گئی ہے۔

۴- قرآنی آیات کو رسم عثمانی کے ساتھ لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے، اور ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۵- احادیث کی تخریج ایک ہی منہج پر کی گئی ہے، اور ان کی تخریج میں ہم نے کتب حدیث کے اندر معروف اور معتمد ترقیم کا اعتبار کیا ہے؛ جیسے محمد فؤاد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کی ترقیم، اگر وہ حدیث صحیحین یا ان میں سے کسی

ایک کی ہے تو صرف ترقیم حدیث پر اکتفا کیا ہے، اور اگر کسی تیسری کتاب کی حدیث ہے تو پھر ہم نے ترقیم کے ساتھ اس پر حکم بھی لگایا ہے، اور اس میں اکثر شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کیا ہے۔

۵- آثار کی تخریج ہم نے تفاسیر اور حدیث کی کتابوں سے کی ہے، اور انہیں انکے اصل مراجع کا حوالہ دیا ہے۔

۶- شیخ نے کسی تبصرے پر جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے ہم نے انہیں حدیث کی کتابوں سے انہیں الفاظ کے ساتھ نقل کر دیا ہے؛ تا کہ انکے ذکر سے فائدہ عام ہو جائے۔

۷- کسی مشکل الفاظ کی شرح کیلئے ہم نے حدیث کی شروحات اور معاجم پر بھروسہ کیا ہے، ساتھ ہی بعض ضروری عناوین کا اضافہ کر دیا ہے تا کہ کچھ اہم مسائل واضح ہو جائیں۔

اللہ ہی ہر مقصد کو پورا کرنے والا ہے، وہی توفیق دینے والا اور وہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

عرض مترجم

الحمد لله، والصلاة والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ،

حمد وثناء کے بعد:

شیخ عبد السلام بن برجس بن ناصر آل عبد الکریم موجودہ دور کے ایک نمایاں قلمکار اور مملکت سعودی عرب کے اندر ایک غیور سلفی تھے، کتاب وسنت کے پابند اور منہج کے شیدائی تھے، جوانی ہی میں وفات پا گئے، مگر زندگی کی اس قلیل مدت ہی میں سلفی اصول ومنہج پر بہت کچھ کام کیا، انہوں نے تعلیم وتدریس تالیف وتصنیف اور دعوت وتبلیغ میں اپنی اس مختصر زندگی کو وقف کر دیا۔

یہ رسالہ آپ کی منہجی غیرت ہی کا ایک نمونہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ نئی نئی جماعتوں اور تنظیموں نے دعوتی میدان میں سر اٹھا رکھا ہے اور نفس پرستی اور مختلف دنیاوی اغراض ومقاصد کی خاطر اس میدان کا غلط استعمال کیا جا رہا ہے، تو کتاب وسنت اور منہج سلف کے دفاع میں اس کتاب کو تحریر کیا جس میں آپ نے دعوت کے میدان میں سلفی منہج کو واضح کیا ہے، دعوت کے صحیح اصول وضوابط کو منظر عام پر لاتے ہوئے نفس پرستی میں مبتلا ان جماعتوں اور تنظیموں کو ایکسپوز کیا ہے جنہوں نے اپنے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کیلئے اس انبیائی مشن دعوتی میدان کو اکھاڑ ابنا رکھا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی شیخ کی مغفرت فرمائے، نیز آپ کیلئے اس کتاب کو ذخیرہ آخرت اور امت اسلامیہ کیلئے نفع بخش اور خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

کتبہ

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلۃ الشیخ عبد السلام بن برجس آل عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح

نام ونسب:

ابو عبد الرحمن عبد السلام بن برجس بن ناصر آل عبد الکریم، آپ ایک فاضل شیخ ،فقیہ وقت، ایک عالم اور اصولی تھے۔

نشونما اور حصول علم:

آپ کی پیدائش مملکت سعودی عرب کی راجدھانی شہر ریاض میں ۱۳۸۷ھ میں ہوئی۔آپ کی پرورش ایک دیندار اور نیک گھرانے میں ہوئی، آپ بچپن ہی سے ذکاوت ، ذہانت، عزم وحزم، جد وجہد اور محنت میں ممتاز تھے، چنانچہ آپ نے قرآن پاک کو تیرہ سال کی عمر میں حفظ کر کے حصول علم کیلئے کمر کس لی، طلب علم میں آپ کی رغبت اور امتیازی شان کو دیکھ کر علماء ومشائخ نے آپ پر خصوصی دھیان دیا۔

چونکہ آپ بچپن ہی میں ذہانت وفطانت اور حصول علم میں شدید رغبت کیلئے معروف تھے، ساتھ ہی آپ کو نیک اور علمی ماحول بھی مل گیا، جس کی وجہ سے آپ نے حصول علم کی پوری کوشش کی، راتوں کو جاگ کر، بڑی محنت سے آپ نے علم کو حاصل کیا، حصول علم کے سوا آپ نے کسی طرف مڑ کر کبھی دیکھا بھی نہیں، اسطرح آپ نے شرعی علوم میں بہت کچھ حاصل کیا۔

آپ نے علماء کے علمی دروس میں حاضری کی پابندی کی، آپ ہر اس علمی درس میں حاضر ہو جاتے جس میں ذرا بھی فائدہ دیکھتے، کسی طرح کا علمی غروراور ترفع نہیں تھا، برابر پابندی سے صبر و جہد کے ساتھ علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ بچپن ہی میں آپ نے مختلف فنون میں اتنا علم حاصل کرلیا جتنا دوسرے

حاصل نہیں کر پاتے ہیں، چنانچہ آپ نے حدیث، عقائد، فقہ، اصول، مصطلح، علوم اللغہ اور دیگر متعدد علوم وفنون میں مہارت حاصل کرلی۔

بعض ساتھیوں نے بیان کیا کہ شیخ بہت سارے علمی متون بھی زبانی یاد رکھے ہوئے تھے: انہیں میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بلوغ المرام، حجاوی رحمۃ اللہ علیہ کی زاد المستقنع، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی القصیدہ النونیہ اور ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی الالفیہ فی النحو شامل ہے۔

درس نظامی:

آپ نے اپنی تعلیم شہر ریاض میں حاصل کی ہے؛ چنانچہ ابتدائی مرحلے کے بعد آپ نے جامعہ امام محمد بن سعود رحمۃ اللہ علیہ کی شاخ معہد علمی میں داخلہ لیا، پھر وہاں سے فراغت کے بعد اسی جامعہ کے اندر کلیۃ الشریعہ کے اندر داخلہ لیا، اور وہاں سے ۱۴۱۰ھ میں فارغ ہوئے۔

پھر آپ نے المعہد العالی برائے قضاء میں داخلہ لیا، اور وہاں سے (التوثیق بالعقود فی الفقہ الاسلامی) کے عنوان سے رسالہ لکھ کر ماجستر کی ڈگری حاصل کی۔

پھر آپ نے ۱۴۲۲ھ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، اس مرحلے میں آپ نے شیخ عثمان بن جامع کے ساتھ مشترکہ طور پر (الفوائد المنتخبات شرح اخصر المختصرات) کی تحقیق کی تھی۔

اساتذہ اور مشائخ:

۱- شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۲۰ ھ۔

۲- شیخ علامہ محمد بن صالح بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۲۱ ھ۔

۳- شیخ علامہ محدث احمد بن یحی النجمی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴- شیخ دکتور عبداللہ بن عبدالرحمن بن جبرین رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے ساتھ چار سال تک رہے۔

۵- شیخ علامہ محدث عبداللہ الدویش رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۰۹ ھ، بریدہ میں چھٹیوں کے ایام میں پڑھتے تھے۔

۶-شیخ علامہ فقیہ صالح بن عبداللہ الاطرم رحمۃ اللہ علیہ، کلیہ الشریعہ۔
۷-شیخ فہد الحمین حفظہ اللہ، آپ سے توحید اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔
۸-شیخ علامہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن غدیان رحمۃ اللہ علیہ، آپ سے المعہد العالی برائے قضاء میں پڑھائی کی۔

عہدے اور مناصب:

۱- القویعیہ (ریاض کے مغرب میں واقع ۱۷۰/کلومیٹر دور) کے اندر المعہد العلمی میں بطور مدرس تقرری ہوئی، اور یہ تقرری ۱۴۱۰ھ میں کلیۃ الشریعہ سے فراغت کے بعد ہوئی۔
۲-وزارت عدل کیطرف سے بطور قاضی متعین کئے گئے، مگر اس سے تنازل لے لیا۔
۳-پھر جدہ کے اندر دیوان المظالم میں تقرری ہوگئی، مگر ایک ہی ہفتے کے بعد وہاں سے بھی استعفی لے لیا۔
۴-وہاں سے ریاض چلے آئے، اور المعہد العالی برائے قضاء میں بطور لیکچرار کے متعین ہو گئے۔
۵-پھر وہیں پر پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے بعد اسسٹنٹ ٹیچر کے طور پر متعین ہو گئے، اور آخری عمر تک وہیں پر رہے۔

تصنیفات:

۱-الحجج القویۃ علی أن وسائل الدعوۃ توقیفیۃ۔
۲-معاملۃ الحکام فی ضوء الکتاب والسنۃ۔
۳-منہاج اھل الحق والاتباع۔
۴-الاحادیث النبویہ فی ذم العنصریۃ الجاھلیۃ۔
۵-الاعلام ببعض احکام السلام۔
۶-الامر بلزوم جماعۃ المسلمین و امامھم والتحذیر من مفارقتھم۔

۷-ایقاف النبیل علی حکم التمثیل ۔

وفات:

آپ کی وفات ایک سڑک حادثے میں بروز جمعہ بوقت شام ۱۲/صفر ۱۴۲۵ھ ہوئی، جب آپ احساء سے ریاض جارہے تھے، راستے میں آپ کی گاڑی ایک اونٹ سے ٹکراگئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۳۸/سال کی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾، ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً﴾. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً﴾

أما بعد: فإن اصدق الحديث كلام الله، وخير الهدى هدى محمد -صلى الله عليه وسلم-، وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار.

حمد وثناء کے بعد:

دراصل سلفی دعوت چند ایسے اصولوں پر قائم ہے جن کی وجہ سے یہ دوسرے ان تمام دعوتوں سے الگ ہے جو صراط مستقیم سے دور ہیں۔

اسے جمع کرنے پر مجھے دو ظاہری اسباب نے ابھارا ہے:

پہلا سبب: میں نے اور دوسرے لوگوں نے بھی بعض اسلامی حزبی جماعتوں کو دیکھا کہ وہ بھی سلفیت جیسے

شریف اور پاکیزہ نام کو اپنے ساتھ جوڑ رہی ہیں، وہ سلف صالح جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: {خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ}

ترجمہ: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس کے بعد ہوں گے پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔

پھر ان جماعتوں اور حزبی تنظیموں نے سلف اور اہل سنت کے نام پر کتابیں اور رسالے شائع کرنا شروع کر دیا، اور اس طرح انہوں نے شہد میں زہر ملا کر اسے پھیلانا عام کیا، اور اس لقب کی آڑ میں تلبیس وتضلیل کے ساتھ ان کتابوں اور رسالوں میں چھپتے رہے جو کہ حقیقت میں سلفی منہج سے الگ ہیں، اور ان سے خوارج، معتزلہ اور صوفیہ جیسے گمراہ فرقوں کو مدد اور تائید ملتی ہے۔

دوسرا سبب: یہ تنظیمیں اور جماعتیں اور ان میں سے بعض تنظیمیں اہل سنت والجماعت کے کسی فرد کے ساتھ تعلق بنا کر اپنے خاص مقاصد کو پورا کرتی ہیں، اور ان کا وہ مقصد اس کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا اس کے بغیر، حالانکہ وہ حقیقت میں اس تعلق سے بے خبر اور بری ہوتا ہے (یعنی اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اس سے کس لئے تعلق بنا کر رکھا ہے)۔

اور بات تاکہ مزید واضح ہوجائے، میں کہوں گا کہ اخوان المسلمین کی جماعت نے شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جھود کو حاکمیت کا نام دیکر خوب اچھالا، اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا، تاکہ شیخ کے علمی جھود کو انہیں مسائل میں ابھارا جائے، جس سے ان کے باطل فکر کو تائید ملے اور اس سے حکومت کی تکفیر لازم آئے، اور پھر اس کے خلاف خروج کا جواز ملے، لیکن انہوں نے جھوٹ اور افترا پردازی سے کام لیا، حکومت کے تعلق سے شیخ کا موقف بالکل واضح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک بہت ہی نایاب اور نفیس کلام کیا ہے ایک رسالے میں جس کا نام [نصیحۃ مھمۃ فی ثلاث قضایا] ہے، جس میں حکام کے تعلق سے اپنے موقف کا ذکر کرتے ہوئے ان کی اطاعت

وفرمانبرداری کوواجب قرار دیا ہے بشرطیکہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ ہو۔

تو یہ کلام جسے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے میں یا اس طرح اپنے دیگر رسالوں میں جو کلام تحریر کی ہے وہی حاکمیت کے باب میں فی الحقیقت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جہود ہیں، لیکن ان لوگوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے اپنی انگلی تورات کی اس آیت پر رکھ کر اسے ڈھک دیا تھا جو زانیوں کے رجم کے بارے میں واضح طور پر نازل ہوئی تھی، تاکہ اسے چھپا دیں (۱)، اللہ ہم سب کو اپنی سلامتی اور عافیت میں رکھے۔

اور یہ حاکمیت کی اصطلاح خود اس پر لوگوں کے اعتراضات ہیں، اس پر بہت سارے مفکرین اور اسکالرز نے کلام کیا ہے، دکتور محمد عمارہ نے اس کے بارے میں کہا ہے: یہ ہمارے قدیم علمی وراثت اور جدید اجتہاد کے اندر ایک اجنبی شعار ہے جسے تھوپا گیا ہے۔

محمد سعید عشماوی، احمد کمال اور حافظ دیاب جیسے بعض اسکالروں کا بھی یہی خیال ہے کہ بالکل وہی

۱۔ صحیح بخاری (۶۸۴۱) اور صحیح مسلم (۱۶۹۹) میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے کہا: {إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ؟ فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ، فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا، فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، قَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُجِمَا". فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ}

ترجمہ: یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کاری کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ تم جھوٹے ہو اس میں رجم کا حکم موجود ہے۔ چنانچہ وہ تورات لائے اور کھولا لیکن ان کے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی۔ پھر انہوں نے کہا: اے محمد! آپ نے سچ فرمایا کہ اس میں رجم کی آیت موجود ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور دونوں رجم کئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش میں اس پر جھکا رہا تھا۔

خوارج کا شعار ہے جسے انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بلند کر رکھا تھا، اور وہ تھا: (لاحکم الا اللہ) کا شعار۔

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ جب میں نے دیکھا کہ ان جماعتوں کا یہ بدنما کردار ہمارے نوجوانوں پر برا اثر ڈال رہا ہے، اور وہ ان کھوکھلے نعروں اور شعاروں کے دھوکے میں مبتلا ہو رہے ہیں، تو میں نے چاہا کہ سلفی دعوت کے کچھ ایسے اصول بتا دیئے جائیں جن کی روشنی میں اہل حق دوسروں سے ممتاز ہو جائیں، اور ایک حقیقی سلفی جھوٹے دعویدار سلفی سے الگ ہو جائے۔

کیونکہ اس وقت لوگوں میں ایسی ایک جماعت ابھر کر سامنے آرہی ہے جو سلفیت کا دعوی کر رہی ہے مگر سلفیت ان سے بری ہے؛ جس طرح اشاعرہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں جبکہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، اسی طرح اخوان المسلمین بھی یہی دعوی کرتے ہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں حالانکہ ان کے اور اہل سنت والجماعت کے درمیان اور دونوں کے منہج میں بہت بڑا فرق ہے۔

اور یہ جن اصولوں کو میں بیان کرنے جا رہا ہوں ان پر سلفی منہج کے داعیوں کا شروع سے آج تک اتفاق رہا ہے۔

ان اصولوں کو تفصیل سے بیان کرنے سے پہلے میں یہ کہہ دوں کہ جس سلفیت کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں وہ موجودہ دور میں پائی جانے والی مختلف اسلامی حزبی جماعتوں اور تنظیموں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ سلفیت تمام مسلمانوں کی جماعت ہے، چنانچہ جو بھی سلفی عقیدے کا حامل ہو اور اسکی پابندی کرتا ہو وہی واقعی اور حقیقت میں سلفی ہے، ہم کسی میں کوئی تفریق نہیں کرتے، ہمارے یہاں علماء اور حکام کے اندر کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، ہم اپنے اصولوں میں سے کچھ بھی نہیں چھپاتے ہیں، ہم جسے مانتے ہیں وہ سب کتابوں میں محرر ہیں، انہیں کیسٹوں میں سن سکتے ہیں، ہمارے یہاں نہ کوئی پر اسرار تنظیم ہے اور حکومت

کے سوا نہ کوئی دوسری سیاسی پارٹی اور جماعت ہے۔

ہم علمائے سلف کے ساتھ جڑے رہنے کو ایک ضروری امر سمجھتے ہیں، بطور خاص آخری ادوار میں نجدی دعوت کے وہ سرخیل جو سلفیت کے نمائندہ تھے اور پھر ان کے بعد انہیں کے نقش قدم پر آتے رہے۔

ان سلفی علمائے سنت میں سے چند کے نام درج کر رہا ہوں جو بدعات اور نفس پرستی کے دلدل سے بالکل دور رہے اور جادہ حق کو کبھی نہیں چھوڑا، انکی تعداد بہت ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۞ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ۔

۞ شیخ محمد بن ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۞ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ۔

۞ شیخ صالح بن عبدالرحمن الاطرم رحمۃ اللہ علیہ

۞ شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ۔

۞ شیخ عبدالمحسن بن حمد البدر حفظہ اللہ۔

۞ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ حفظہ اللہ۔

۞ شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید حفظہ اللہ۔

۞ شیخ صالح بن محمد اللحیدان حفظہ اللہ۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے علماء ہیں جو انہیں کے منہج پر قائم ہیں۔

ہم انکے اندر کسی عصمت کے قائل بالکل نہیں ہیں، بلکہ وہ بھی انسان ہیں، ان پر بھی وہی غلطی، بھول چوک اور دیگر امور طاری ہوتے ہیں جو دوسرے تمام انسانوں پر طاری ہوتے ہیں۔

ہم انہیں علمائے کرام اور ان جیسے دیگر علماء سے علم حاصل کرتے ہیں اور اسی میں خود کو مشغول

رکھتے ہیں۔

اسی طرح ہم الحمدللہ کتب حدیث جیسے کتب ستہ، انکی معروف شرحیں اور کتب تفسیر جیسے تفسیر ابن جریر، تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن سعدی وغیرہ پڑھتے ہیں۔

اسی طرح ہم عقائد کے باب میں سلفی کتابوں کو پڑھتے ہیں؛ جیسے عمومی طور پر کتب سنہ، اور خاص طور سے ابن خزیمہ کی کتاب التوحید، شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید، اور شیخ کی دیگر تمام کتابیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تمام کتابیں، اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب سے لیکر آج تک کے تمام ائمہ دعوت کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ اور علمائے دعوت سے ہماری مراد یہی لوگ ہیں جن کا تذکرہ اوپر ابھی گزرا ہے۔

ہم فقہ کی کتابیں بھی پڑھتے ہیں، اور ان میں خاص طور سے زاد المستقنع کو یاد کرنے پر ابھارتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ دلیل کو جان کر اسی کی پیروی کی جائے، اور ہم عیب نہیں لگاتے ہیں اگر کوئی اسکے علاوہ کسی فقہی متن کو یاد کرتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسکی دلیلوں میں غور کرے، ہم تعصب سے بغض رکھتے ہیں اور اسے کلی طور پر انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح نحو وصرف اور ادب وشعر کی کتابوں کا بھی ہم اہتمام کرتے ہیں۔

ساتھ ہی ہم لوگوں کو اصلاح نفس، اصلاح عقائد، اصلاح اخلاق اور عبادت میں لگن کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں۔

ہم سنتوں کی پابندی کرنے اور انہیں زندہ رکھنے پر لوگوں کو ابھارتے بھی ہیں۔

اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو حزبی جماعتوں کے طرز پر سلفی جماعت بنانے کی کوشش کرے وہ غلطی پر ہے، ہم اس سے بری ہیں۔

ہم اسی پر قائم ہیں، اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اسی راہ پر قائم رکھے، ہماری مدد کرے، ہمیں

نفع پہونچائے اور نفع بخش بنائے، وہ ہر چیز پر قادر اور کارساز ہے۔

پہلا اصول:

علم شرعی کے حصول کا اہتمام کرنا اور دین کے اندر سمجھ حاصل کرنا

اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سی اسلامی جماعتیں اور ان جماعتوں کے پیروکار علم شرعی سے منحرف اور ان سے دور ہیں، جبکہ سلفی دعوت علم شرعی کو بڑی اہمیت دیتی ہے؛ کیونکہ یہی اصل اور مضبوط جڑ ہے جس پر ہماری زندگی قائم ہے؛ چنانچہ فرد اور سماج دونوں کی بنیاد اسی علم شرعی ہی سے قائم اور صالح ہو سکتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو قول وعمل سے پہلے علم کا حکم فرمایا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾
ترجمہ: پس جان لے کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔

اور ہم نے علم کو پہلا اصول بنایا ہے؛ کیونکہ راستے بہت ہیں، اور تمام راستے پگڈنڈیوں اور کھائیوں کی شکل میں ہیں سوائے وہ راستہ جو رسول اللہ ﷺ کا ہے؛ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾
ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔

اور سنت کے اس راستے پر چلنے کی واحد سبیل وہ علم ہے جو حقائق کو واضح کر دے اور راستوں کو منور کر دے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي﴾
ترجمہ: یعنی اے محمد! کہہ دیں کہ یہی میرا راستہ ہے۔

﴿قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾

ترجمہ: کہہ دیں کہ یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے۔

چنانچہ اس آیت کے اندر اللہ کے اس قول (عَلَىٰ بَصِيرَةٍ) یعنی علم وبصیرت کی بنیاد پر۔ اسی سے مراد حجت و برہان ہے، اور یہی دونوں علم نافع ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگوں کو حصول علم کی ضرورت کھانے پینے کی ضرورت سے بھی زیادہ ہے؛ اس لئے کہ ایک آدمی کو دن میں کھانے پینے کی ایک یا دو بار ضرورت پڑتی ہے، جبکہ اسے علم کی ضرورت اسکی سانسوں کی تعداد میں پڑتی ہے۔

اور یہ جان لیں کہ طلب علم کی دو قسمیں ہیں:

- وہ علم جو ہر ایک پر فرض ہے۔
- وہ علم جو فرض کفایہ ہے۔

جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو اسی کے بارے میں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب [الاصول الثلاثۃ] کے اندر فرمایا ہے: یہ جان لو کہ ہم پر چار مسائل کا سیکھنا واجب ہے: پہلا: علم، اور اس سے مراد دلیلوں کی روشنی میں اللہ کی معرفت، اسکے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت، اور اسکے دین اسلام کی معرفت ہے۔

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا ہے کہ ان امور کو جن کا سیکھنا ہر ایک مسلمان پر واجب ہے، چنانچہ کہتے ہیں: مسلم پر ضروری ہے کہ وہ علم کا اس قدر حصہ ضرور حاصل کریں جس سے ان کا دین قائم ہو سکے، دریافت کیا گیا؟ جیسے کون سی چیز؟ تو فرمایا: جس سے ناواقفیت کی گنجائش نہ ہو، جیسے نماز اور روزہ وغیرہ۔

چنانچہ ایک مسلمان پر جن امور پر عمل کرنا واجب ہے انہیں سیکھنا بھی اسکے لئے ضروری ہے؛ جیسے اصول ایمان اور دیگر شرائع اسلام، اسی طرح وہ محرمات جن سے اجتناب ضروری ہے، اور وہ مباح اور جائز امور ومعاملات وغیرہ جن کی اسے زندگی میں ضرورت پڑتی ہے، ان سب کا جاننا ایک انسان کیلئے ضروری ہے۔

اسی طرح اہل علم سے سوال کرنا بھی ضروری ہے؛ کیونکہ جو اہل علم سے علم حاصل کرتا ہے اسی کیلئے دین واضح اور روشن ہوتا ہے، اور پھر اسی کی روشنی میں وہ ضروری چیزوں پر عمل کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [43] بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ﴾

ترجمہ: سو ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔ [43] واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔

تو یہی وہ علم ہے جس کا طلب کرنا ہر ایک پر فرض ہے۔

اور جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ فرض کفایہ ہے، وہ پہلے کی بنسبت زیادہ ضروری نہیں ہے، البتہ راجح قول کے مطابق اس کا حصول دیگر تمام نفلی عبادتوں میں مشغول رہنے سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: علم سیکھنا اور سکھانا جہاد اور دیگر نفلی عبادتوں سے بہتر ہے۔

اور ہم نے اپنے اس ملک کے اندر بعض عام بزرگوں کو دیکھا ہے جو عقیدے کی کتابوں کو یاد رکھتے ہیں جیسے اصول ثلاثہ، کشف الشبہات اور کتاب التوحید، اسی طرح آداب المشی الی الصلاۃ بھی یاد رکھتے ہیں، یہ سب امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے آثار اور اسکی برکات کا نتیجہ ہیں۔

امام سعود بن عبد العزیز اول اور امام فیصل بن ترکی نے ان کتابوں کی تعلیم کو سعودی حکومت کی تمام مساجد میں واجب کر دیا تھا، جس کی وجہ سے الحمد للہ ان کتابوں کو عام لوگ اور طلبہ زبانی یاد کرنے لگے تھے، وہ لوگ اسے اچھی طرح جانتے ہیں جو تاریخی خبروں کا اہتمام کرتے ہیں اور بہت سارے وہ

بزرگ حضرات بھی جانتے ہوں گے جو اس وقت موجود ہوں گے۔

یہی راز ہے جس کی بنیاد پر یہ ملک بدعات وخرافات کی آلائشوں سے آج تک پاک ہے، کیونکہ اگر عام لوگوں کے اندر عقیدے کا علم نہ پھیلا ہوتا تو ان کے یہاں ضرور شرک و بدعات کی آلائشیں کچھ نہ کچھ پائی جاتیں؛ لیکن علم ہی وہ مضبوط قلعہ ہے جو بہت ساری برائیوں سے لوگوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

اور حصول علم کا بہتر طریقہ کیا ہونا چاہیئے اسکی تحدید بہت مشکل ہے کہ ہر شخص کو کسی ایک طریقے کا پابند بنادیا جائے، البتہ ہماری نظر میں سب سے بہتر طریقہ وہی ہے جس پر ہمارے علماء قائم ہیں۔

اسی تعلق سے شیخ علامہ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسا کہ آپ کے فتاوے میں ہے:
ایک طالب علم کسطرح کی کتابوں کو پڑھے اسکی تعیین حالات وظروف کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، ہماری نظر میں بہتر یہی ہے کہ طالب علم ان مقررہ نصاب کو پڑھنے اور انہیں یاد کرنے میں کوشش صرف کرے جو اسکے لئے متعین کئے گئے ہیں، اگر انہیں لفظا لفظا زبانی یاد کرنے میں دشواری ہو یا کسی طرح کی پریشانی ہو تو اسے بار بار پڑھ لے تا کہ اس کا مفہوم ذہن میں بیٹھ جائے، پھر تفسیر وتوضیح کی خاطر اس فن کی دیگر کتابوں کو پڑھے، تا کہ اس فن کو اچھی طرح سمجھ لے۔

چنانچہ اگر طالب علم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب العقیدہ الواسطیہ، شیخ محمد بن عبد الوہاب کی کتاب الاصول الثلاثہ اور کتاب التوحید، اور فقہ میں دلیل الطالب اور زاد المستقنع، اور حدیث میں بلوغ المرام، اور نحو میں الآجرومیۃ کو یاد کرلے، اور پھر ان متون کو سمجھنے کیلئے ان کی شرحوں اور اس فن کی دیگر کتابوں کا مراجعہ کرلے؛ تو ایسی صورت میں ان کتابوں کو اچھی طرح سمجھ لے گا؛ اس لئے کہ ایک طالب علم جب اصول کو یاد کرلیتا ہے تو اس فن میں اسے ملکہ تامہ حاصل ہوجاتا ہے، اور اسکے بعد اس فن کی دیگر چھوٹی اور بڑی کتابیں اسکے لئے آسان ہوجاتی ہیں، لیکن جس نے ان اصولوں کو ضائع کردیا وہ ان اصولوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

چنانچہ جو ان نفع بخش علوم کو سیکھنے کا حریص ہوگا اور اس پر اللہ کی مدد چاہے گا تو اللہ اسکی مدد کرے گا اور اسکے علم میں برکت عطا کرے گا، لیکن جو طلب علم کے میدان میں اس نفع بخش طریقے پر نہیں چلے گا وہ ان برکتوں سے محروم رہے گا، سوائے محنت ومشقت کے اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا، جیسا کہ تجربوں اور مشاہدوں سے واضح ہے۔

۞۞۞

دوسرا اصول

دین اسلام کو عملی پیمانے پر تطبیق دینے کی کوشش کرنا

یہ کوشش اور حرص تمام شرعی واجبات کو شامل ہے؛ جیسے پانچوں اوقات کی نمازیں اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ، اسی طرح سنتوں کی پابندی اور حسب استطاعت انہیں زندہ کرنے کے عمل کو بھی شامل ہے؛ جیسے نوافل، وتر، قیام اللیل، تہجد اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ کہ ان سب کے پورا کرنے کا حریص ہونا چاہیئے۔

ابو عبدالرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنہوں نے ہمیں قرآن پڑھایا ہے یعنی صحابہ کرام انہوں نے ہم سے بیان کیا ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کریم کو سیکھا کرتے تھے، اور جب وہ دس آیتیں سیکھ لیتے تھے تو آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک کہ ان پر عمل نہیں کر لیتے، اسی طرح ہم نے بھی قرآن کو سیکھا بھی ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے۔

اور یہی سلف کا منہج بھی ہے، جو علم کو عمل سے جوڑ کر دیکھتے تھے: اس لئے کہ علم کے ساتھ عمل ہی اس شدید وعید سے بچا سکتا ہے جو کسی واجب عمل کے ترک کرنے پر مرتب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (2) كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ [2] اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔

اور علم کے ساتھ عمل کے اندر اس مبغوض صفت سے چھٹکارا بھی مل جاتا ہے جس سے اللہ تعالی نے یہودیوں کو متصف کیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ

لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، گدھے کی مثال کی سی ہے جو کئی کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، ان لوگوں کی مثال بری ہے جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور علم کے ساتھ عمل کے ذریعے اس مقصد تک پہونچا جا سکتا ہے جہاں تک ہر طالب علم پہونچنا چاہتا ہے، اسی لئے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ایک عالم اس وقت تک جاہل ہی رہتا ہے جب تک کہ اس پر عمل نہ کرلے؛ جب وہ اس پر عمل کرلیتا ہے تو عالم ہو جاتا ہے۔

حقیقت میں سلفی دعوت اس اصول کا بڑا اہتمام کرتی ہے اور لوگوں کو اسے حاصل کرنے اور اس پر قائم رہنے کی تاکید بھی کرتی ہے؛ کیونکہ علم کے ساتھ کسی عمل میں مشغول ہونا کہیں زیادہ نفع بخش اور بہتر ہے ایسے عمل اور مباح کلام سے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اگر ہمارے نوجوان -اللہ انہیں اسکی توفیق دے- اس اصول کو کما حقہ پورا کر دیں تو بہت سارے ایسے امور سے محفوظ ہو سکتے ہیں جو ان کے کام کے نہیں، جن میں مشغول ہونا صرف وقت کا ضیاع ہے؛ جیسے کہ سیاسی امور کے پیچھے پڑنا، دوسروں کو اسکی طرف دعوت دینا وغیرہ۔

چنانچہ اس طرح کی چیزیں ایک طالب علم کیلئے نہیں ہوتی ہیں، یہ سب حکمرانوں کیلئے خاص ہے، یا وہ لوگ جو انکے نائب اور قائم مقام ہیں، مگر جب کچھ نوجوانوں نے خود کو حکمرانوں کے مقام ومرتبے میں کرلیا تو وہ بہت سے ضروری امور سے جاہل ہو گئے اور ان کے اندر انحراف ظاہر ہونے لگا، اور ان مسائل کے اندر ان کا ملک بھی گرفتار ہوگیا؛ کیونکہ ان لوگوں نے اجنبی اخبارات اور کافر خبروں پر بھروسہ کرنا شروع کردیا، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اور اسی پر اپنے احکام لاگو کرنے لگے، جیسا کہ خلیجی جنگ میں دیکھا

گیا؛ کیونکہ اس وقت ان لوگوں نے انہیں اجنبی خبروں پر بھروسہ کیااوراسی کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے دلوں میں رعب ڈالا،ان کے اندراختلاف پیدا کیا،انکی وحدت کو پارہ پارہ کرکے انہیں منتشر کر دیا۔

اورانہیں اخبارات کے تراشوں اوراجنبی خبروں کو جوان کااہم مقصوداورانکی کل پونجی ہوتی ہے اسی کو یہ علم حقائق یااصول فقہ الواقع کہتے ہیں۔

اورجب سماج کے اندریہی نئی فکری لہر پیدا ہوئی تواسی نے آکرعلم وعمل دونوں کو چوپٹ کر دیا۔

اوراسی وقت سے نوجوانان امت کے اندرعلم وعمل دونوں میں کمزوری شروع ہوئی ہے،اوراسی لئے آپ دیکھیں گے کہ فقہ الواقع کے یہ نوجوان بہت سارے بڑے بڑے مسائل میں احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے ہیں۔

اسلئے ہمارے نوجوانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی سے ڈریں،اورایسی چیزوں میں مشغول ہوں جوان کے لئے دین ودنیادونوں میں نفع بخش ہو۔

اورجہاں تک ایسی چیزوں میں پڑنا جس کاکوئی فائدہ نہیں،اورانسان اپنے آپ کو ایسی چیز میں مشغول کرے جواسکے کام کا نہیں،تو یہ اسکے لئے بجائے خود وبال جان ہے،اورانسان کیلئے اس میں بہت سارے اجروخیر کا نقصان ہے۔

اسلئے ہمارے نوجوانوں پرواجب ہے کہ وہ اللہ تعالی سے ڈریں،اورجوعلم حاصل کرتے ہیں اس پرعمل بھی کریں تاکہ وہ دین ودنیادونوں میں فلاح وکامیابی سے ہمکنار ہوں۔

تیسرا اصول

علم وبصیرت کی بنیاد پر دعوت کا کام کرنا

جب اللہ تعالی ایک مسلمان پر یہ احسان کرے کہ وہ علم وعمل کا خوگر ہو جائے تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ وہ خیرخواہی، توجیہ وارشاد اوردعوت کے ذریعے اس خیر کے کام کو دوسروں تک پہونچائے۔

کیونکہ یہی وہ کارخیر ہے جس پر انبیاء کرام کاربند تھے؛ چنانچہ اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾

ترجمہ: کہہ دیں کہ یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے۔

اور اللہ تعالی نے ایک داعی کے مقام ومرتبے کو دوسروں کے مقابلے کہیں زیادہ بلند کردیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

ترجمہ: اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

اور جہاں تک اس کے اجروثواب کا تعلق ہے تو اس عظیم عمل کی وجہ سے اسکا اجروثواب بھی عظیم ہے؛ کیونکہ ایک داعی اس شخص کے اجر کے برابر بھی اجر پاتا ہے جو اس خیر میں اس کی متابعت کرتا ہے بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: {لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا

وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ}

ترجمہ: اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

اور یہاں یہ جاننا بھی مناسب ہے کہ داعی کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ شریعت کے تمام احکام سے واقف ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ جس چیز کی دعوت دے رہا ہو اسکا اسے شرعی علم ہو، اور اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: {بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً}

ترجمہ: میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

چنانچہ جب کوئی مسلمان کسی آیت کو پڑھ کر اسکا مفہوم سمجھ لے علماء اور مفسرین کے ذریعے، یا کسی حدیث رسول ﷺ کا مفہوم سمجھ لے، یا علماء کے ذریعے یا انکی کتابوں کے ذریعے کسی شرعی حکم کی جانکاری حاصل کرلے تو اس پر ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ اسے دوسروں تک پہونچائے، گرچہ وہ اس آیت، اس حدیث یا اس حکم کے علاوہ اور کچھ نہ جانتا ہو۔

شیخ علامہ عبد الرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید پر اپنے حاشیہ میں کہا: دعوت الی اللہ کیلئے دو شرط ضروری ہے:

پہلی شرط: وہ اللہ کیلئے خالص ہو، اور وہ سنت رسول ﷺ کے موافق ہو۔

دوسری شرط: داعی کو اس چیز کا علم ہو جس کی طرف وہ دعوت دے رہا ہو۔

اگر وہ پہلی شرط میں کمی کرے گا تو مشرک ہوجائے گا، اور اگر دوسری میں کمی کرے گا تو بدعتی ہوجائے گا۔

دوسری شرط کی بنیاد پر جسے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دعوت الی اللہ کے وسائل بھی توقیفی ہیں؛ ان میں بھی ہم ان طریقوں سے الگ کوئی نیا طریقہ ایجاد نہیں کریں گے جن پر رسول اللہ

ﷺ قائم تھے، اسی لئے سلف نے اہل سماع (صوفیوں کے عمل سماع) پرسختی سے رد کیا ہے، گرچہ یہ سماع آلات محرمہ سے خالی ہو؛ جیسے آلات لہو وغیرہ، گرچہ یہ سماع دلوں کو خوش کرنے میں فائدہ مند ہو؛ کیونکہ کتاب وسنت اور سلف امت سے اس پر کوئی ثبوت یا دلیل نہیں ہے۔

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی جلد نمر ۱۱ میں کہا ہے: یہ جو لوگ دلوں کی اصلاح اور تزکیہ نفس کی خاطر سماع کے قصد سے جمع ہوتے ہیں، خواہ وہ مجرد گیت ہوں اس میں کوئی آلات لہو نہ ہوں، یا تالی باجا کے ساتھ ہو، یہ سب اسلام کے اندر نئی ایجاد کردہ ہے، کیونکہ انہیں ان تینوں صدیوں کے بعد ایجاد کیا گیا ہے جن کی تعریف اللہ کے رسول ﷺ نے ان الفاظ میں کی ہے: {خَيْرُ النَّاسِ الَّذِي بُعِثْتُ فِيهِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ}

ترجمہ: سب سے بہتر اس زمانہ کے لوگ ہیں جس میں مجھے مبعوث کیا گیا، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے۔

اور یہ کہ اس بدعت کو اکابر امت نے ناپسند کیا ہے اور بڑے بڑے مشائخ اس طرح کے سماع میں کبھی حاضر نہیں ہوئے ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آگے اسی سماع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: خلاصہ کلام یہ کہ مومن کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ نبی ﷺ نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو جنت تک پہونچانے والی ہو اور اسے بیان نہ کیا ہو، اور کوئی ایسی چیز جو دوزخ سے دور کرنے والی ہو اور اسے بیان نہ کیا ہو، اور اس سماع کے اندر اگر کوئی مصلحت ہوتی تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ ضرور مشروع کر دیتے؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَامَ دِينًا﴾

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

اگرچہ اس کے اندر دلوں کیلئے کوئی فائدہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دی جائے گی۔

سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہر وہ وجد جس پر کتاب وسنت سے دلیل نہ ہو وہ باطل ہے۔

اور دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لوگوں کی طرف سے مجھے کوئی نہ کوئی نقطہ ملتا رہتا ہے، مگر میں اسے اسی وقت قبول کرتا ہوں جب مجھے کتاب وسنت سے دو عادل گواہ نہیں مل جاتے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول: (اگرچہ اس کے اندر دلوں کیلئے کوئی فائدہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دی جائے گی) کے اندر بلیغ رد ہے ان لوگوں پر جو دعوت الی اللہ کی خاطر ڈرامے کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ کہہ کر کہ اس میں فائدہ ہے، اور جب انہیں سنا جاتا ہے اور ان کے دلفریب مناظر کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے دل نرم پڑ جاتے ہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اسی لئے ضروری ٹھہرا کہ دعوت کے وسائل بھی توقیفی ہوں، اس میں وہی وسائل مشروع ہوں گے جن پر اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ قائم تھے۔

چوتھا اصول

علم وعمل اور تعلیم ہر پیمانے پر عقیدہ سلف کا اہتمام کرنا

قابل افسوس بات یہ ہیکہ اس وقت ہم ایسی باتیں سنتے ہیں جو عقیدے کے خلاف ہیں، اور عمل واہتمام کے میدان سے کافی دور ہیں؛ چنانچہ جماعتیں عقیدے کے مسائل کو جزئی مسائل تصور کرتی ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ انہیں میں سے کچھ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس سے ہمیں کیا فرق پڑے گا کہ ہم اللہ کیلئے ہاتھ کا ہونا ثابت کریں یا نہ کریں؟!

یہ بڑی مصیبت اور ہلاکت خیز بات ہے، کیونکہ یہ سب کو پتہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے اندر عقیدہ توحید کا کس قدر بڑا مقام ہے۔

چنانچہ پوری مخلوق کو ایک بڑے ہی عظیم مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اور وہ اللہ کی بندگی ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [56] مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ﴾

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ [56] نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

اور اللہ تعالی نے رسولوں کو مبعوث کیا اور کتابوں کو نازل کیا توحید باری تعالی اور اسکی طرف لوگوں کو دعوت دینے کی خاطر جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ﴾

ترجمہ: وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ خبردار کردو کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ سے ڈرو۔

اور جیسا کہ ایک دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔

اور جیسا کہ ایک دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

اور قرآن کریم کے اندر سب سے پہلا حکم بھی اسی کا آیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔

اور انبیاء ورسل اپنی قوم کو سب سے پہلے جس چیز کیطرف بلاتے تھے وہ یہی اللہ کی بندگی تھی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے انہیں کی زبانی نقل کیا ہے: ﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾

ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔

اور نبی ﷺ ۲۳/ برس لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے، ان میں سے ۱۳/ برس مکہ کے اندر اور ۱۰/ برس مدینہ کے اندر رہ کر توحید کو ثابت کرتے رہے اور اسکی طرف لوگوں کو بلاتے رہے، اور شرک سے لڑتے ہوئے اس سے لوگوں کو ڈراتے رہے، عقیدہ توحید اور دیگر احکام شریعت کو لوگوں کے اندر راسخ کرتے رہے۔

یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تعلیم وتعلم اور عمل و دعوت ہر پیمانے پر امور عقیدہ کی بڑی اہمیت ہے۔

وہ اس وجہ سے کہ اگر عقیدہ تمام آلائشوں سے پاک رہا تو صاحب عقیدہ لامحالہ جنت میں جائے گا، گرچہ اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو؛ کیونکہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے اللہ کی مشیئت اور اسکی مرضی پر ہوتے ہیں، وہ چاہے گا تو انہیں عذاب دیکر پھر جنت میں ڈالے گا ان کی توحید اور اپنے فضل وکرم کی وجہ سے، اور اگر چاہے گا تو اسکے اس گناہ کو معاف کر کے عذاب سے نجات دیدیگا۔

کوئی بھی صحیح سالم عقیدے والا اگر ہوگا تو اسکے نزدیک دیگر تمام نیک امور اور طاعات پرندے کے پر سے بھی ہلکا محسوس ہوں گے، اسی لئے اعمال کا اہتمام اور انکی اصلاح و تصحیح سب سے اہم اور عظیم امور میں سے شمار ہوتا ہے۔

اور توحید باری تعالی کے بہت سارے فضائل ہیں جو ایک طالب علم اور داعی سے مخفی نہیں، انہیں میں سے چند فضائل درج ذیل ہیں:

☆ توحید باری تعالی خلود نار سے روکتا ہے، اگر دل کے اندر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔

☆ اگر یہ ایمان دل کے اندر کامل ہو جائے تو کلی طور پر دخول نار سے روک دے گا۔

☆ اگر توحید باری تعالی کو ثابت کر دے تو اسے دنیا اور آخرت ہر دو جہان میں کامل ہدایت اور کامل امن وامان حاصل ہو جائے گا۔

☆ قیامت میں سب سے زیادہ فیض یاب جناب مصطفی ﷺ کی شفاعت سے وہ شخص ہو گا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے (لا اِلہ اِلا اللہ) کہے گا۔

☆ تمام ظاہری اور باطنی اعمال واقوال اسی وقت کامل ہو کر شرف قبولیت کا درجہ حاصل کریں گے اور

ان پر زیادہ سے زیادہ اجر وثواب ملے گا جب ان کی بنیاد توحید باری تعالی پر ہوگی؛ چنانچہ جس قدر وہ مضبوط ہوں گے اسی قدر ان کے اندر کمال پیدا ہوگا۔

☆ توحید باری تعالی بندے کو انسانوں کی غلامی، انکے خوف ورجاء اور انکی خاطر ہر عمل سے آزاد کر دیتا ہے، اور یہی حقیقی عزت اور سر بلندی ہے۔

ان کے علاوہ بھی اور بہت سے فوائد ہیں جن کی طرف شیخ ابن سعدی نے کتاب التوحید پر اپنے حاشیہ کے اندر اشارہ کیا ہے۔

اس لئے دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ توحید باری تعالی کا اہتمام کریں، اسکا خیال کریں، مگر تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب کچھ لوگ آ کر یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ آخر توحید کا اتنا اہتمام کیوں؟ آخر ہم مسلمانوں کے امور اور انکے معاملات کا اہتمام اور خیال کیوں نہ کریں؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان چاروں طرف مارے جا رہے ہیں، اسے چھوڑ کر ہم قبوں، مزاروں اور ان مساجد کے ڈھانے کی دعوت دیتے ہیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں!

اس طرح کی بات کہنے والا یا تو بھول بیٹھا ہے یا تجاہل عارفانہ برت رہا ہے امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو جسے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم کے اندر نقل کیا ہے: ﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾

ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

اور جب خلیل اللہ امام الحنفاء ابراہیم علیہ السلام جنہیں اللہ نے تنہا امت بنایا ہے، اور جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى﴾

ترجمہ: اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا۔

اور اپنے نبی محمد ﷺ کو انکی حنیفیت کی اتباع کا حکم دیا، اور اللہ نے انکے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے آزمائش

میں ڈالا تو انہوں نے اسے پورا کیا، اور اللہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنے دست پاک سے بتوں کو توڑ دیا، اور مشرکوں پر زبردست نکیر کیا۔ان تمام فضائل کے باوجود آپ کو یہ خوف تھا کہ کہیں وہ اس شرک میں واقع نہ ہوجائیں جسے بت پرستی کہتے ہیں جوکہ سب سے بڑا شرک ہے، پھر جو اس سے چھوٹا ہو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

اسی لئے ابراہیم یتمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آخراب ابراہیم علیہ السلام کے بعد کون ہے جو شرک سے مامون رہ سکتا ہے؟

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے: {قَالَ مُوسَى: يَا رَبِّ، عَلِّمْنِي شَيْئاً أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ". قَالَ: "قُلْ يَا مُوسَى: لا إله إلاَّ الله}

ترجمہ: موسی علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دے جسکے ذریعے میں تجھے یاد کرسکوں اور تجھے پکاروں، تو اللہ نے فرمایا: اے موسی! لاالہ الااللہ کہو۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب [کتاب التوحید] کے اندر اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ انبیاء بھی لاالہ الااللہ کی فضیلت پر تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

اس لئے ہم پر واجب ہے کہ اس پہلو کا اہتمام کریں، اور اسکا بہت زیادہ خیال کریں، جب یہ معاملہ صحیح سالم ہوگا تو اسکے بعد کے معاملات ہلکا اور آسان ہوجائیں گے، اور اسکے بعد کے اعمال کی سلامتی کی ضمانت مل جائے گی، لیکن اگر یہ اصل فاسد ہوگیا تو کوئی چیز فائدہ مند نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی چیز قبول ہوگی۔

پانچواں اصول

سنت نبوی کا اہتمام کرنا، اس پر عمل کا خوگر ہونا اور اسکی طرف دوسروں کو بھی دعوت دینا

ایک مسلمان کو سب سے زیادہ جس چیز کا خیال کرنا چاہیئے وہ یہ ہیکہ وہ اپنی زندگی کے اندر نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے بلکہ جتنا ہوسکے اسے اپنی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش کرے، کیونکہ جس مقصد کیلئے ایک مسلمان کوشش کرتا ہے وہ اس ہدایت کا پانا ہے جو اسے آخرت تک پہونچادے جہاں سعادت مندی نصیب ہو، اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾

ترجمہ: اور اگر اس کا حکم مانوگے تو ہدایت پاجاؤ گے۔

اورمزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

ترجمہ: اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اورمزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

ترجمہ: بلاشبہ یقینا تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال بلکہ تمام احوال اور حرکات وسکنات میں آپ کو اسوہ اور نمونہ بنانے میں یہ آیت کریمہ بہت بڑے اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس اسوے اور نمونے پر وہی چلتا ہے اور اس پر چلنے کی توفیق اسی کو ملتی ہے جسے اللہ سے ملاقات اور آخرت کی امید ہو؛ کیونکہ اسکا ایمان، اللہ کا خوف، اسکے اجر وثواب کی امید اور اسکے عذاب کا خوف ہی رسول اللہ ﷺ کو اپنا اسوہ اور نمونہ بنانے پر اسے ابھارتا ہے۔

کسی مومن کے شرف ومنزلت اور اسکے مقام ومرتبے کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی سے جانا جاسکتا ہے، چنانچہ جس طرح اسکے اندر سنت رسول ﷺ کی پیروی زیادہ ہوگی اس قدر اسکے درجات بلند ہوں گے۔

اور اسی لئے سلف صالح حصول علم میں کسی شخص کو معیار اسکے سنت پر عمل کو دیکھ کر بناتے تھے، جیسا کہ ابراہیم نخعی نے کہا: سلف جب کسی سے علم حاصل کرنے جاتے تو پہلے اسکی نماز، سنت رسول ﷺ پر اسکے عمل اور اسکی شکل وصورت (باشرع ہے یا غیر باشرع) کو دیکھتے، پھر اس سے علم حاصل کرتے۔

بعض علماء کہتے ہیں: اللہ عز وجل سے محبت کرنے کی ایک علامت اسکے حبیب پاک ﷺ کی متابعت بھی ہے آپ ﷺ کے اخلاق، افعال واوامر اور آپ کی سنتوں میں۔

یہ علامت کتاب اللہ سے ماخوذ ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ: کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اللہ تعالی نے اپنی محبت کی علامت اور پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ اسکے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کریں۔

کتاب وسنت کے نصوص اور صحابہ وتابعین کے اقوال سے تواتر کے ساتھ سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کی ترغیب اور اسے لازم پکڑنے پر ابھارا گیا ہے۔

انہیں میں ایک مشہور حدیث یہ بھی ہے، چنانچہ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے: {وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ:"

قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ}

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اور دل لرز گئے، ہم نے کہا: اللہ کے رسول! یہ تو رخصت ہونے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے، تو آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا، لہٰذا میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت سے جو کچھ تمہیں معلوم ہے اس کی پابندی کرنا، اس کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔

رسول اللہ ﷺ کا قول: (عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي) یعنی میرے اس طریقے پر جس پر میں ہوں، اور جن احکام کی تفصیل میں نے تم کو بتادیا ہے؛ خواہ وہ اعتقادی ہوں یا عملی، واجب ہوں یا مندوب۔

اور جہاں تک اصولیوں کا سنت کو ایسے مطلوب غیر جازم کے ساتھ خاص کر دینا ہے، تو یہ ایک طاری یعنی عارضی اصطلاح ہے، یہاں مقصد اس سنت اور فرض یا واجب کے درمیان تمیز کرنا ہے۔

چنانچہ شریعت کی زبان میں جب مطلق طور پر سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ شرعی طریقہ ہوتا ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے اپنی عبادات، معاملات، اخلاق و آداب اور حرکات و سکنات میں اپنایا ہو۔

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سنتوں کو لازم پکڑو، سنتوں کو لازم پکڑو؛ کیونکہ یہ سنتیں دین کی بنیاد ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین، آپ کے آثار واحوال کا تتبع کرتے، اور بڑے دھیان سے ان کا خیال کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے اسقدر اہتمام کرنے کی وجہ سے آپ کی عقل پر خوف کھایا جانے لگتا تھا۔جیسا کہ ابونعیم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گزرے ہوئے ہمارے علماء کہتے تھے: سنت کو تھامنے میں نجات ہے۔

اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہتمام کرنے کے بڑے بیشمار فوائد ہیں، انہیں میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ سنت کی پابندی کرنے والا محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے اس حدیث قدسی میں فرمایا ہے: {وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ}

ترجمہ: اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔

☆ سنت کی پابندی کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ فرائض میں کسی طرح کی کسی کمی کو پورا کر دیتی ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: {إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ، قَالَ: يَقُولُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لِمَلَائِكَتِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ: انْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَمْ نَقَصَهَا، فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ، فَإِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ، قَالَ: أَتِمُّوا لِعَبْدِي فَرِيضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَاكُمْ}

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال میں سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھ تاچھ کی جائے گی وہ نماز ہوگی، ہمارا رب اپنے فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے میرے بندے کی نماز کو دیکھو وہ پوری ہے یا اس میں کوئی کمی ہے؟ اگر پوری ہوگی تو پورا ثواب لکھا جائے گا اور اگر کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: دیکھو، میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہے؟ اگر نفل ہوگی تو فرمائے گا: میرے بندے کے فرض کو اس کی نفلوں سے پورا کرو، پھر تمام اعمال کا یہی حال ہوگا۔

☆ سنت کی پابندی کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے اخیر زمانے میں اسکا اجر بہت زیادہ ہوگا، جیسا کہ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالےعنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: {فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا الصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ "، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ؟ قَالَ: بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ}

ترجمہ: تمہارے پیچھے ایسے دن آنے والے ہیں کہ اس وقت صبر کرنا (کسی بات پر جمے رہنا) ایسا مشکل کام ہوگا جتنا کہ انگارے کو مٹھی میں پکڑے رہنا، اس زمانہ میں کتاب وسنت پر عمل کرنے والے کو تم جیسے پچاس کام کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا۔ کہا گیا: اللہ کے رسول! (ابھی آپ نے جو بتایا ہے کہ

پچاس عمل صالح کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا تو) یہ پچاس عمل صالح کرنے والے ہم میں سے مراد ہیں یا اس زمانہ کے لوگوں میں سے مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ اس زمانہ کے، تم میں سے۔

اور سلف بعض سنتوں کے چھوڑ دینے کی وجہ سے بہت سختی کرتے تھے یا مطلق طور پر چھوڑنے والے کی ملامت کرتے تھے؛ اسلئے آپ ﷺ کے اس قول کے عموم میں وہ بھی داخل ہوسکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: {فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي}
ترجمہ: میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے وتر چھوڑ دیا وہ برا آدمی ہے، مناسب نہیں کہ اسکی گواہی قبول کی جائے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جو بھی ثابت ہو اس پر عمل کرنے، اسے اپنی زندگی میں لاگو کرنے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دینے کی ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہیئے؛ ہوسکتا ہے اللہ تعالی ہمیں اس کا اجر عطا کرے جو سنتوں کو زندہ کرتا ہے۔

چھٹا اصول

علمائے سنت سے مضبوطی کے ساتھ جڑ کر رہنا

شریعت اسلامیہ کے اندر علماء کی فضیلت اور انکا مقام ومرتبہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔لیکن بعض لوگ علماء کے ساتھ جڑ کر رہنے اور انکے لئے تعصب کرنے نیز انکی تقلید کرنے کے درمیان خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں،جبکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

علماء سے جڑ کر رہنے کا مفہوم:

اس کا مطلب یہ ہیکہ ان سے علم حاصل کیا جائے، ان کی رہنمائی اور تربیت میں ان سے علمی استفادہ کیا جائے،اسی طرح عوام میں سے جن کیلئے تقلید جائز ہے وہ انکی تقلید کریں،اسی طرح وہ بھی انکی تقلید کریں جو علمی مسائل میں تمییز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

علمائے سلف سے علمی طور پر جڑ کر رہنے کے فوائد کی وضاحت ہم نے کر دی ہے،اور جب لوگ انہیں چھوڑ بیٹھتے ہیں تو اس سے کیا نقصانات مرتب ہوتے ہیں اسے بھی ہم نے واضح کر دیا ہے۔

شیخ عبدالرحمن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس ملک پر اللہ کی عنایتوں اور نعمتوں کے بیان کے ضمن میں فرماتے ہیں: پھر اس نے تمہارے دین کو بدعتوں اور شرکیہ اعمال سے پاک کر دیا،اور تمہیں شرک کے وسائل، گمراہی اور ہلاکت کے طریقوں سے محفوظ کر دیا ایسے وسائل واسباب کے ذریعے جنکی اللہ نے انہیں آسانی فرمائی؛ بایں طور کہ اس نے تمہارے لئے ہر امام کو صراط مستقیم پر قائم کر دیا؛ چنانچہ تمہارے امام احمد بن حنبل تھے،سب سے بڑے امام جنہوں نے سنت رسول اور کتاب اللہ کو نقل کیا ہے،آپ کے ذریعے،آپ کے اصحاب نیز آپ کے پیروکاروں اور آپ جیسے علماء کے ذریعے تمام جماعتوں اور گروہوں میں ایک سنی کو ایک بدعتی سے پہچان حاصل ہوئی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ کو کھڑا کیا؛

جنہوں نے کفار ومنافقین اور تمام ملحدین سے جہاد کیا، اور آپ نے سنتوں اور انکے علوم وفنون کو اس طرح ظاہر کیا کہ اس طرح ظاہر کرنے سے تمام لوگ عاجز آگئے، اور اسی راہ پر آپ کے تلامذہ اور علماء محققین میں سے بہت سے لوگ چلنے لگے، یہاں تک کہ شیخ الجزیرہ امام محمد بن عبدالوہاب کی باری آئی جنہوں نے اس ذمیداری کو اچھی طرح نبھایا، آپ دشمنوں سے برابر جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کے بندوں کے درمیان توحید خالص اور سنت صحیحہ کو عام کیا، شرک اور اسکے وسائل، نیز بدعات اور شر وفساد کا قلع قلع کیا۔

اس طرح جزیرہ عرب شرک و بدعات سے پاک ہوگیا، اور توحید وسنت کے رنگ میں دوبارہ رنگ گیا، اور اس میں آپ کی کوشش، آپ کے تلامذہ اور آپ کی اولاد اور دیگر معاونین کی کوششیں شامل ہیں۔

چنانچہ اس وقت الحمدللہ اس ملک کے اندر کسی قبر پر نہ تو کوئی قبہ دیکھو گے اور نہ ہی کوئی مزار، نہ ہی کسی مشرک اور بدعتی کو دیکھو گے جو کسی مخلوق سے وسیلہ پکڑتا ہو، نہ ہی وہاں کوئی محفل میلاد دیکھو گے اور نہ ہی کسی بابا کا ڈیرا اور استھان۔

کیا یہ تم پر اللہ کی بڑی نعمت اور اسکا عظیم احسان نہیں ہے کہ اس نے ان عظیم قابل فخر اور قابل رشک علماء کو تمہارے لئے وقف کر دیا جن کے ذریعے اس نے دین صحیح کو بچایا، جو حق بن کر عام ہوگیا، یہاں تک کہ تم اور تمہارے باپ دادا اور تمہاری اولاد سب کے سب شریعت کے اسی چشمہ صافی کا جام پینے لگے جو تمہیں کسی واسطے سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے حاصل ہوا ہے۔ جبکہ تم دنیا کے دوسرے علاقوں کو دیکھتے ہو کہ شرک وکفر اور صریح الحاد سے بھرے ہوئے ہیں، جہاں بدعات وخرافات اور قبروں پر مزار شرکیہ اعمال اور بداخلاقیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، لہذا تم اپنے رب کا شکریہ ادا کرو ان نعمتوں پر جنہیں نہ تم شمار کر سکتے اور نہ ہی انکا شکریہ ادا کر سکتے۔

اگر ہم اس مبارک کڑی (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام احمد) سے

اچھی طرح جڑے رہے تو اللہ تعالی ہمیں ہر طرح کے شرک و بدعات اور ان تمام باطل گمراہ کن فکری یلغاروں اور تنظیموں سے محفوظ رکھے گا جو بظاہر سنت کا لباس پہنے ہوتی ہیں حالانکہ انکا سنت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔

ہمارے اندر نقص اسی وقت پیدا ہونا شروع ہوا ہے جب ہم نے اس منہج کو پس پشت ڈالنا شروع کیا ہے، اور اسکے بدلے میں مصر و ہند اور دوسرے علاقوں سے ایسے مناہج کو اپنالیا جن کا تعلق منہج سلف سے کچھ بھی نہیں ہے۔

۞۞۞

ساتواں اصول

سیاسی پارٹیوں اور پراسرار خفیہ اسلامی جماعتوں اور تنظیموں سے دور رہنا

اس وقت ہم کچھ ایسی جماعتوں اور پارٹیوں کو دیکھ رہے ہیں جو مسلمانوں کی شرعی جماعت سے نکل کر الگ ہو چکی ہیں، جن کے پاس اپنے افکار اور نظام ہیں، ان تنظیموں اور جماعتوں کا مقصد صرف ایک ہے، اور وہ ہے مسلم سماج سے نفرت عام کرنا، اور اسے اس طرح پروجیکٹ کرنا کہ وہ ایک جاہلی سماج ہے۔

اگر ہم دقت نظری سے ان پر حکم لگائیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے یہ اپنی فکر اور اپنا عقیدہ بنا رکھا ہے، اور انہیں جماعتوں میں سے اخوان المسلمین، تبلیغی جماعت اور حزب التحریر بھی ہے۔

افسوس کی بات تو یہ ہیکہ بعض لوگوں نے سلفیت کو بھی ان سیاسی پارٹیوں کی طرح ایک پارٹی سمجھ رکھی ہے، اور کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو سلفیت کو ایک سیاسی پارٹی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ہم ایسی حرکتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور ایسے عمل سے بالکل براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ نسبت جس سے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا ہو، مسلمانوں کی جماعت کے خلاف خروج اور بغاوت ہو، بدعت کی راہ پر چلنا، اور سنت واتباع سے دوری لازم آئے؛ تو ایسی نسبت ممنوع ہے، ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، اور وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے باہر ہوگا۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ہمارا نام مسلمان رکھا ہے، اور مسند امام احمد کے اندر یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: {مَنْ دَعَا دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ جُثَاءُ جَهَنَّمَ ، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى؟ قَالَ: "نَعَمْ. وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى، وَلَكِنْ تَسَمَّوْا بِاسْمِ اللهِ

الَّذِي سَمَّاكُمُ عِبَادَاللهِ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ}

ترجمہ: جس نے جاہلیت کی پکار پکارا وہ جہنم کا ڈھیر ہے۔ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! گرچہ وہ نماز روزہ کرے؟ فرمایا: جی ہاں، گرچہ وہ نماز روزہ کرے، البتہ تم اللہ کے نام پر اسی نام کو رکھو جس نے-اے اللہ کے بندو!-تمہارا نام مسلمین اور مومنین رکھا ہے۔

یہی نام ابتدائے اسلام میں تھا، اس وقت نسبت صرف اسلام کی طرف معروف تھی، مگر جب بدعات نے جنم لیا اور نفس پرستی عام ہوگئی اور ہر بدعتی اسلام سے دور ہونے لگا، تو ایسے موقع پر سلف صالح نے اپنے لئے ایسے شرعی القاب کا استعمال کیا جن سے وہ دوسرے گمراہ لوگوں سے ممتاز ہوسکیں، جیسے الجماعہ، الفرقہ الناجیہ، الطائفہ المنصورہ۔

اور سنت رسول ﷺ پر سختی سے پابندی کرنے اور اسے لازم پکڑنے کی وجہ سے انہوں نے اپنا نام کبھی سلفی، تو کبھی اہل حدیث، تو کبھی اہل اثر تو کبھی اہل سنت والجماعت رکھا ہے۔

سلف نے اپنے لئے یہ القاب اختیار کئے اور ایسے ناموں سے پکارا، اسکے کئی اسباب اور وجوہات ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر شیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید نے اپنی نفیس کتاب [حکم الانتماء الی الفرق والاحزاب والجماعات الاسلامیۃ] میں کیا ہے۔

انہیں میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے:

☆ یہ نسبتیں اسی وقت سے ہیں جب سے امت اسلامیہ کے اندر نبوی منہج قائم ہے۔

☆ یہ نسبتیں اسلام کو ہر پہلو سے احاطہ کئے ہوئی ہیں۔

☆ یہ محض القاب ہیں۔

☆ یہ ایسے نام ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہیں۔

☆ نفس پرستوں، بدعتیوں اور گمراہوں سے ممتاز ہونے کیلئے یہ القاب اختیار کئے گئے، اور یہ اسی وقت ظاہر

ہوتے ہیں جب ان کا مقابلہ ہوتا ہے۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی بدعت ظاہر ہوتی ہے تو اس وقت اہل حق سنت میں ممتاز ہو جاتے ہیں اور کہہ پڑتے ہیں کہ ہم اہلسنت ہیں۔

اور جب ائمہ کے اقوال اور انکے آراء کا غلبہ ہوتا ہے تو اس وقت یہ حدیث اور اثر میں ممتاز ہو جاتے ہیں اور کہہ پڑتے ہیں کہ ہم اہل الحدیث والاثر ہیں۔

☆ یہ القاب ایسے نہیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کسی شخصیت کی طرف اس کیلئے تعصب کا باعث ہوں جس طرح دوسری جماعتیں کسی نہ کسی شخصیت کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔

☆ ان القاب کی بنیاد پر نہ تو بدعت کا ارتکاب کیا جاتا ہے، نہ ہی کسی معصیت کا، نہ ہی کسی شخص کیلئے عصبیت برتی جاتی ہے اور نہ ہی کسی جماعت اور گروہ کیلئے۔

☆ ان کے یہاں ولاء، براء، محبت اور دشمنی سب اسلام کی خاطر ہوتے ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو دین اسلام کے اندر بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جماعت کے بغیر کسی دین کا تصور نہیں، اور امام و رہنما کے بغیر کسی جماعت کا تصور نہیں، اور سمع و طاعت کے بغیر کسی رہنما کا تصور نہیں، جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: {لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ، وَلَا جَمَاعَةَ إِلَّا بِإِمَارَةٍ، وَلَا إِمَارَةَ إِلَّا بِطَاعَةٍ}

ترجمہ: جماعت کے بغیر اسلام کا تصور نہیں، اور امیر و رہنما کے بغیر کسی جماعت کا تصور نہیں، اور سمع وطاعت کے بغیر کسی امیر و رہنما کا تصور نہیں۔

شیخ علامہ بکر ابوزید اپنی مذکورہ کتاب میں کہتے ہیں: مسلمانوں کی جماعت کے تعلق سے یہی اسکا شرعی مفہوم ہے کہ یہ منہج نبوی یعنی کتاب وسنت کیلئے متحد ہوتے ہیں، اور ایک طاقت وقوت کا مالک رہنما اور حاکم انہیں منظم کر کے رکھتا ہے۔

مسلمانوں کی وحدت اور انکی جماعت کی مضبوطی کیلئے یہ عام روابط ہیں، اس کے اندر جس قدر کوتاہی سرزد ہوگی اسی قدر اختلاف واضطراب کا دائرہ بڑھے گا؛ چنانچہ جیسے ہی کوئی فرد یا کوئی گروہ مسلمانوں کی عام جماعت سے جدا ہوگا تو اسے جماعت کو توڑنے والا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والا تصور کیا جائے گا، اور اسے یقینی طور پر منہج نبوی کی روشنی میں پورے اسلام کے خلاف بغاوت مانا جائے گا۔

چنانچہ وہ ساری جماعتیں جو اسلام کے نام پر کتاب وسنت سے ہٹ کر جدید بنیادوں پر قائم ہیں انہیں حقیقت میں مسلمانوں کا باغی مانا جائے گا، ان کا شر ونقصان انکے خیر سے بڑھ کر ہے؛ کیونکہ اس نے جیسے ہی کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی تیسری چیز کو اختیار کیا اور سلف امت کے چشمے کو ترک کرکے اپنا الگ مشرب ومسلک بنا لیا اسی وقت اسکے اندر نقص داخل ہوگیا۔ اسلئے ایسی مشتبہ اور مشکوک جماعتوں اور تنظیموں سے دور رہنا ضروری ہے۔

لہذا اے نوجوانان ملت! اس طرح کی تنظیموں اور جماعتوں کی بھینٹ نہ چڑھنا؛ اللہ کی قسم! اس طرح کی تنظیمیں اور جماعتیں جس بھی ملک میں قائم ہوئی ہیں یا وہاں پہونچی ہیں انہوں نے اس ملک میں ضرور اپنے اختلاف وانتشار کے زہر کو پھیلایا ہے، جس سے اس ملک کے رہنے والوں کے مابین دشمنی اور بغض وعداوت عام ہوئی ہے۔

اگر اس پر آپ کو دلیل چاہیئے تو مقابلہ کریں ہماری اس وقت کی حالت کا جب ہم صرف شیخ محمد بن عبدالوہاب کے منہج پر قائم تھے اور ہماری آج کی حالت کا؛ کہ اس وقت ان جماعتوں اور تنظیموں نے آکر کیسے علماء اور نوجوانوں کو آپس میں بانٹ کر رکھ دیا ہے، سب گروہوں میں بٹ گئے ہیں اور ان کے درمیان جیسے برزخ اور آڑ قائم کر دیا گیا ہے کہ کوئی گروہ دوسرے سے ملنا تک پسند نہیں کرتا۔

پہلے ہم اپنے تمام علماء کو ایک طرح سمجھ کر ان پر مکمل اعتماد کرتے تھے، اور ان سے علم حاصل کرتے تھے، اور اس سے جو نتیجہ سامنے آتا تھا وہ بالکل مختلف ہوتا تھا بنسبت آج کی حالت کے جس کی

طرف ابھی اشارہ کیا، چنانچہ ہم اس وقت بہت ہی اچھی حالت میں تھے اور خیر و ہدایت پر تھے۔ مگر اس وقت ہم ذہنی کرب و اضطراب اور بغاوت و انقلاب اور نہ جانے کن کن حالتوں کا شکار ہیں۔

ان جماعتوں نے ہمارے بعض نوجوانوں کے عقائد و افکار کو بھی بگاڑ کر رکھ دیا ہے، چنانچہ یہ جماعتیں ان دھوکے میں پڑے نوجوانوں کو اپنے خفیہ مقاصد کی خاطر کبھی بغاوت کیلئے استعمال کرتے ہیں، تو کبھی کسی فتنے میں داخل کر دیتے ہیں، نوجوانو! حرم کا حادثہ (خارجی جہیمان کا واقعہ) ابھی پرانا نہیں ہوا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو تمام مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

۞۞۞

آٹھواں اصول

حکمرانوں کے ساتھ معاملات اور برتاؤ میں ان اصولوں کی پابندی کرنا جن پر کتاب وسنت اور اجماع سلف کی مہر ہو

ہم اپنے حکمرانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری انہیں امور میں کرتے ہیں جن میں وہ ہمیں معصیت کا حکم نہ کریں۔

ہم ایک مسلمان حاکم کے خلاف خروج و بغاوت کے قائل نہیں ہیں اسکے معاصی خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، ہم ان کے دنیاوی معاملات میں داخل نہیں ہوں گے، ہم انہیں صدق واخلاص کے ساتھ شرعی طریقے سے نصیحت کرتے رہیں گے، اور یہ نصیحت خاموشی اور تنہائی میں ہوگی بطور خاص فتنوں کے دور میں۔

اس کے بعد ہم انکے لئے خلوت اور جلوت ہر حال میں انکی اصلاح اور کامیابی کی دعائیں کرتے رہیں گے کیونکہ انکی اصلاح میں ملک وملت کی اصلاح ہے۔

ہم ان کے پاس جانا صرف دو صورت میں پسند کرتے ہیں: یا تو نصیحت کیلئے یا پھر فریادرسی کیلئے۔ اور ان کے ساتھ ہی ہم جہاد کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ان پر طعن و تشنیع کرنے والوں یا انہیں کسی طرح بدنام کرنے والوں پر ہم نکیر کرتے ہیں؛ کیونکہ اس سے عوام بھڑکتی ہے اور نتیجتاً دو برائیوں میں سے کسی ایک کا ہونا لازم ہوتا ہے: یا تو عوام انکے خلاف بغاوت اور خروج کرے گی اور جس کا برا اور بھیانک نتیجہ سامنے آئے گا، اور یا تو کم از کم وہ شرعی احکام کی مخالفت کرے گی۔

اب یہاں میں ائمہ دعوت کے کلام کو نقل کرنے جارہا ہوں، شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب [الدرر السنیہ: ۷/ ۱۷۷] میں فرماتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے ایک بھائی کو

نصیحت کی ہے جب ان کے سامنے فتنوں کے زمانے میں صحیح موقف واضح نہیں تھا، اور جو فتنہ ابناء فیصل سے معروف ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: یہ ایک بہت ہی خطرناک مسئلہ اور ایک بہت ہی بڑا فتنہ ہے جس میں شیطان نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر رکھا ہے، اور اسی فتنے سے مسلمانوں کو آپس میں بانٹتا ہے، اور اسی کے نتیجے میں دین کے اندر بھی اختلاف ہوتا ہے، جسکی کتاب اللہ کے اندر مذمت آئی ہے، جو صرف کوتاہی اور سستی لاتا ہے، ترک جہاد پر ابھارتا ہے، رب العالمین کی نصرت نہیں آتی، زکاۃ کو چھوڑ دیا جاتا ہے، فتنوں اور گمراہیوں کا ایک سیلاب آتا ہے۔

شیطان ہمیشہ ایسے فتنوں کیلئے چال چلتا رہتا ہے، ان کیلئے دلیلیں اور مقدمات بناتا رہتا ہے، اور ان کے اندر یہ وہم ڈالتا رہتا ہے کہ ایسے مسلط حکام کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب نہیں ہے اور نہ ہی یہ مشروع ہے، حالانکہ حاکم وقت کی اطاعت واجب ہے اور اسی میں اسلام کا غلبہ اور اسکی سربلندی ہے۔

پھر شیخ اس شیطانی چال پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فتنوں میں پڑے ہوئے ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ عمر بن عبدالعزیز اور دیگر چند خلفاء کو چھوڑ کر یزید بن معاویہ کے دور ہی سے بغاوت اور خروج ہونے لگا اور ان کی وجہ سے شر وفساد پھیلا، حکام اور خروج کرنے والے دونوں کی طرف سے شر وفتن نے جنم لیا، مگر اس کے باوجود ائمہ عظام اور علمائے کرام کی سیرت مشہور اور معروف ہے، کہ انہوں نے کسی بغاوت میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرتے ہوئے اطاعت سے ہاتھ کھینچا جو کہ واجبات دین میں سے ہے۔

پھر شیخ نے اس پر کئی مثالیں بیان کیں اور کہا: میں اسکے لئے حجاج بن یوسف ثقفی کی مثال بیان کرتا ہوں، جو ظلم وزیادتی اور خونریزی میں مشہور رہے، اللہ کی حرمتوں کی پامالی اور کبار امت جیسے سعید بن جبیر کے قتل میں ملوث ہے، اور عبداللہ بن الزبیر کا محاصرہ کیا جنہوں نے حرم شریف میں پناہ لے رکھا تھا، جس نے حرمت کو پامال کیا، ابن الزبیر کا قتل کیا، جبکہ ابن الزبیر سے تمام اہل مکہ، مدینہ، یمن اور اکثر عراق

والے بیعت کر چکے تھے، اور اس وقت حجاج مروان کا نائب تھا، پھر انکے لڑکے عبد الملک کا نائب ہوا، جبکہ معاملہ یہ تھا کہ مروان کو نہ تو کسی خلیفہ نے ولی عہد بنایا تھا اور نہ ہی اہل حل وعقد نے اس سے بیعت لی تھی، پھر اہل علم نے اسکی جائز اطاعت کرنے میں توقف نہیں کیا کیونکہ حاکم کی اطاعت کرنا ارکان اسلام اور اسکے واجبات میں سے ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور صحابہ کرام میں سے جس نے بھی حجاج بن یوسف کا زمانہ پایا کسی نے بھی اسکی مخالفت نہیں کی، اور نہ ہی اسکی اطاعت سے ہاتھ کھینچا ان چیزوں میں جس سے اسلام قائم ہوتا ہے اور ایمان کی تکمیل ہوتی ہے، اسی طرح اس کے زمانے میں جو کبار تابعین پائے جاتے تھے؛ جیسے ابن المسیب، حسن بصری، ابن سیرین اور ابراہیم تیمی وغیرہ، اور انکے علاوہ بہت سارے سادات امت اور کبار ائمہ وعلماء جن میں سے کسی نے بھی اسکی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچا۔

یہ عمل علمائے امت اور ائمہ عظام میں باقی رہا؛ جو اس باب میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے رہے، ہر حاکم خواہ وہ نیک ہو یا برا اسکے ساتھ جہاد کرتے رہے، جیسا کہ اصول دین اور عقائد کی کتابوں میں معروف ہے۔

اسی طرح بنو العباس جب مسلمانوں پر تلوار کی زور پر قابض ہوئے تو ان کی مدد اہل علم میں سے کسی نے نہیں کی، کیونکہ یہ ظلم اور بغاوت تھا، انہوں نے بے شمار بے گناہوں کا قتل کیا، بنو امیہ کے امراء، ان کے نائبین اور دیگر بہت سے لوگوں کا خون بہایا، عراق کے گورنر ابن ہبیرہ کا قتل کیا، خلیفہ مروان کا قتل کیا، تاریخ میں یہاں تک منقول ہے کہ سفاح نے ایک ہی دن میں بنو امیہ کے ۸۰ / لوگوں کا قتل کیا، انکی لاشوں پر دستر خوان لگوایا اور پھر اسی پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔

اسکے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت کے موجود اہل علم نے نہ تو بنو العباس کے قتل اور بغاوت میں بنو امیہ کے خلاف ان کا ساتھ دیا اور انکے غالب آنے کے بعد نہ ہی انکے خلاف خروج اور بغاوت کیا

بلکہ ان کی بھی اطاعت قبول کرلی، جیسے امام اوزاعی، مالک، زہری، لیث بن سعد، عطاء بن ابی رباح وغیرہ۔

اسکے بعد دوسرے طبقے کے اہل علم کو جب ہم دیکھتے ہیں جیسے احمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل، محمد بن ادریس، احمد بن نصر، اسحاق بن راہویہ اور دوسرے لوگ، جن کے زمانے میں بھی خلفاء اور ملوک کی طرف سے بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا، جن کے اندر انہیں ستایا گیا کسی کو قتل کیا گیا جیسے احمد بن نصر، مگر کسی کے بارے میں یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا ہو اور خروج یا بغاوت کیا ہو۔

یہاں تک کہ شیخ نے مخاطب کرتے ہوئے کہا: اسکے باوجود بھی اگر آپ کے دل میں کچھ شبہ ہو تو زیادہ سے زیادہ اللہ کے سامنے گڑگڑایئے، کثرت سے دعائے ماثورہ پڑھئے، اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے کلام پر تاریخ ابن غنام میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے بار بار پڑھئے، کیونکہ اس مسئلے میں انہوں نے اپنے رسائل کے اندر بہت تفصیلی گفتگو کی ہے۔

نواں اصول

اہل بدعت کا مقابلہ کرنا اور ان سے لوگوں کو آگاہ کرنا

اہل بدعت کا مقابلہ کرنے اور ان سے لوگوں کو آگاہ کرنے پر سلف کا اجماع ہے، جیسا کہ قاضی ابو یعلی جیسے محققین علماء نے نقل کیا ہے۔

اس مسئلے میں اس بات پر تنبیہ ضروری ہے کہ آج ہمارے اس زمانے میں اہل بدعت سنت کے لباس میں چھپتے ہیں، اور اسی کی آڑ میں اپنے نام کو چھپا کر رکھتے ہیں، جبکہ وہ بدعات میں غرق ہوتے ہیں، اور یہ ہر شخص کو معلوم ہے جو انہیں قریب سے جانتے ہیں، اور جو انکے حزبی اور تنظیمی رازوں سے واقف ہیں، کہ وہ کس طرح ایک مسلمان حاکم کی بیعت توڑ کر اس کے خلاف خروج و بغاوت کی پلاننگ بناتے ہیں۔

آج کے اہل بدعت کا یہ عمل کوئی نیا نہیں ہے بلکہ پہلے کے بدعتیوں نے بھی یہی کیا ہے، انکے اسی عمل سے انکی بدعتیں رواج پاتی ہیں، اور دلوں میں بیٹھتی ہیں، ابن بطہ نے اپنی سند سے [الابانۃ] میں نقل کیا ہے کہ مفضل بن مہلہل جو کہ اہل سنت میں ایک معروف عابد و زاہد اور ثقہ ہیں، کہتے ہیں: ایک بدعتی کے پاس آپ اگر بیٹھتے ہیں اور وہ فوراً اپنی بدعت کو بیان کرنا شروع کر دیتا ہے تو آپ فوراً اس سے بدک جاؤ گے اور وہاں سے اٹھ جاؤ گے، مگر جب وہ سنت کی بات کرے گا، حدیثیں بیان کرے گا، پھر بعد میں اپنی بدعت کو کلام کے درمیان دھیرے دھیرے ڈالتا رہے گا تو یہ آپ کے دل میں بیٹھ جائے گا اور پھر نہیں نکلے گا! (مطلب ایک بدعتی کے پاس بیٹھ کر اسکی باتیں سننا کسی بھی حال میں جائز نہیں)۔

اور اسی خدشے کی وجہ سے کہ اسکی باتیں دل میں بیٹھ جاتی ہیں، سلف کسی بدعتی کے کلام کو نہیں سنتے تھے، اور وہ پوری کوشش کرتے تھے کہ ان جگہوں پر نہ جائیں جہاں کوئی بدعتی اپنے بدعات کو پھیلا رہا

ہو۔

ابن بطہ نے [الابانہ] میں اپنی سند سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ معمر نے کہا: ابن طاوس بیٹھے ہوئے تھے: کہ ایک معتزلی آ کر بات کرنے لگا، کہتے ہیں: اس وقت ابن طاوس نے اپنے کان میں انگلی ڈال لی، اور اپنے بیٹے سے کہا: بیٹے! تم بھی اپنے کانوں میں سختی سے انگلیوں کو ڈال لو، اور اسکے کلام کو کچھ بھی نہ سنو، معمر کہتے ہیں: انسان کا دل کمزور ہوتا ہے۔

ابن بطہ نے اسی کتاب کے اندر اور دیگر آثار نقل کئے ہیں، چنانچہ عبدالرزاق کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے ابراہیم بن محمد بن ابی یحی معتزلی نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے پاس معتزلہ کی تعداد زیادہ ہے، میں نے کہا: جی ہاں، انکا خیال ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہو۔ پھر اس نے کہا: کیا آپ اس دکان میں بیٹھ کر میرے ساتھ بات کریں گے؟ کہا: بالکل نہیں، کہا: کیوں؟ عبدالرزاق کہتے ہیں: میں نے کہا: اس لئے کہ انسانی دل بہت کمزور ہوتا ہے، اور دین اسکے لئے نہیں ہے جو اس پر غالب آجائے۔

اور ابن بطہ نے مزید [الابانہ] میں اپنی سند سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سعید بن عامر نے کہا: ہم سے سلام بن ابی مطیع نے بیان کیا کہ نفس پرستوں میں سے ایک شخص نے ایوب سختیانی سے کہا: اے ابوبکر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں؟ ایوب نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: تم سے میں آدھی بات بھی سننا نہیں چاہتا۔

سلف صالحین اسی طرح تھے کہ بدعتیوں کی باتیں سننے سے دور رہتے تھے، اور دوسروں کو بھی اس سے آگاہ کرتے تھے، تاکہ دلوں میں انکی بدعتیں بیٹھ نہ جائیں، اور ہلاکت مقدر بن جائے؛ پھر کیا حال ہوگا اس شخص کا جو ان بدعتیوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر انکے لیکچرز کو سنتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے؟!

بلاشبہ انکا کلام اس بارے میں بہت ہی سخت ہوتا، اسی لئے سفیان ثوری جب بصرہ آئے تو ربیع بن

صبیح کے معاملے اور لوگوں کے اندر اسکے مقام ومرتبے پر غور کرنے لگے، تو اسکے مذہب کے بارے میں سوال کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ہم یہی جانتے ہیں کہ وہ اہل السنہ میں سے ہیں، پوچھا: اسکے ساتھیوں میں سے کون لوگ ہیں؟ کہا: وہ قدری ہیں۔ تو فرمایا: پھر وہ بھی قدری ہے۔

ابن بطہ نے [الابانۃ] میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اللہ سفیان ثوری پر رحم فرمائے، آپ نے حکمت کی بات کہی اور سچ کہا، اور علم کی بنیاد پر کہا، اور کتاب وسنت کے موافق کہا۔ بالکل وہی بات کہی جو حکمت کا تقاضہ تھا اور جسے اہل علم وصاحب بصیرت سمجھتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: روحوں کے جھنڈ کے جھنڈ الگ الگ تھے۔ پھر وہاں جن روحوں میں آپس میں پہچان تھی ان میں یہاں بھی محبت ہوتی ہے اور جو وہاں غیر تھیں یہاں بھی وہ خلاف رہتی ہیں، چنانچہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک اہل سنت کسی بدعتی کے ساتھ دوستی کرے مگر یہ کہ اس کے اندر نفاق ہو۔

ابن بطہ نے [الابانۃ] میں اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: فضیل نے سچ کہا، ہم ظاہری طور پر اسی کو دیکھ رہے ہیں۔

سلف صالحین بدعتیوں سے لوگوں کو بہت زیادہ ڈراتے اور ان سے آگاہ کرتے تھے، یہاں تک کہ احمد بن سنان نے کہا: ایک ڈھولک والا میرا پڑوسی بنے میرے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ میرا پڑوسی کوئی بدعتی بنے؛ کیونکہ ڈھولک والے کو میں منع کروں گا اور ہوسکتا ہے اسکے ڈھولک کو بھی

توڑ دوں لیکن ایک بدعتی اپنی بدعت سے عوام الناس، پڑوسیوں اور نوجوانوں سب کو بگاڑ دے گا۔

ابن بطہ اس موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ کے واسطے تم میں سے کسی کو اپنے بارے میں اسکا حسن ظن اور مذہب کی سچائی اس خطرے میں اسے نہ ڈالے کہ وہ کسی نفس پرست اور بدعتی کی مجلس میں بیٹھنے لگے اور کہے: میں اسکے پاس جاتا ہوں اس سے مناظرہ کرنے تاکہ اسے اس کے مذہب سے نکال دوں؛ ایسا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ بدعتی دجال سے بھی زیادہ فتنہ پرور ہیں اور ان کی باتیں خارش کی بیماری سے بھی زیادہ تیز لگنے والی ہیں، اور شعلوں سے بھی زیادہ دلوں کو جلانے والی ہیں، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پہلے انہیں برا بھلا کہتے تھے اور ان پر لعن طعن کرتے تھے، پھر ان کے پاس جا کر بیٹھنے لگے تاکہ انکے خلاف رد کرسکیں اور انہیں نصیحت کرسکیں، یہاں تک کہ انہوں نے ان لوگوں کو خوب کشادگی سے بٹھایا اور اپنا مکر وفریب چھپائے رکھا، یہاں تک کہ وہ بھی انہیں کی طرف مائل ہوگئے۔

اور آج ہم بھی ایسے ہی لوگوں کو دیکھ رہے ہیں جو کہتے ہیں: ہم ان بدعتیوں کے پاس جاتے ہیں تاکہ انہیں نصیحت کریں، اور تاکہ ان کے خفیہ اور پراسرار مناہج سے واقف ہوجائیں تاکہ ان سے ہم بچ سکیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد وہ خود ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہی لوگ اہل سنت کے خلاف انکی مدد کرنے والوں میں سے ہوجاتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس فتنے سے محفوظ رکھے۔

بہر حال سلف صالح نے اسی منہج کو اپنایا ہے اور اسی کو اپنے عمل سے ثابت کیا ہے۔

چنانچہ اسی بنیاد پر ہر اس شخص پر واجب ہے کہ اگر اسے اپنے اوپر کسی بگاڑ یا گمراہی کا خوف ہو تو وہ اسی منہج کو اپنائے اور اسی پر چلے؛ کیونکہ یہ لوگ علم کی بنیاد پر منحرف ہوئے ہیں۔

حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں احمد بن عون اللہ کی سوانح میں، جو کہ اہل سنت میں سے ہیں، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن مفرج کے واسطے نقل کیا: ابو جعفر احمد بن عون اللہ اہل بدعت پر بہت سخت تھے،

ان کا محاسبہ کرتے تھے، انہیں خوب ذلیل کرتے تھے، ان کی غلطیوں کو تلاش کرتے اورانہیں نقصان پہونچانے میں جلدی کرتے تھے،ان پراگرقادرہوتےتوانہیں نہیں چھوڑتے،اورجوبھی باقی رہتاان سے ہمیشہ ڈرتارہتا، آپ ان میں سےکسی سےبھی کسی حال میں نرمی نہیں کرتے،اورنہ ہی مفاہمت کرتے، اگرکسی کی کوئی غلطی مل جاتی اورکوئی آکرگواہی دےدیتاتواسکی کھل کرمذمت کرتےاورلوگوں کےسامنے اسکی فضیحت کرتے،اورلوگوں کےسامنےاسکانام لیکراس سے براءت کااظہارکرتے،اورمحفلوں میں اسکانام لیکراسے عاردلاتے،یااسکی بدعقیدگی کومٹادیتے،آپ اپنےاسی موقف پرجہدپیہم کےساتھ باقی رہے،اللہ کی رضاجوئی کی خاطریہاں تک کہ اپنے رب سے جاملے،ملحدین کےخلاف آپ کےکارنامےبھی بہت مشہورہیں۔

۞۞۞

دسواں اصول

زندگی کے تمام معاملات اور حالات میں کتاب وسنت کو لازم پکڑنا

ہمیں زندگی کے تمام معاملات اور حالات میں کتاب وسنت کو لازم پکڑنا ہی تمام اصولوں کی جڑ ہے، اور یہی ان پر فیصل ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا

ترجمہ: اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔

مزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [51] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ [52] وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [53] قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾

ترجمہ: ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ

فلاح پانے والے ہیں۔[51] اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ مُرادپانے والے ہیں۔[52] اور انھوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ اگر واقعی تو انھیں حکم دے تو وہ ہر صورت ضرور نکلیں گے، تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ، جانی پہچانی ہوئی اطاعت (ہی کافی ہے)۔ بے شک اللہ اس سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔[53] کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔

کتاب وسنت کو پر چلنے اور انہیں مضبوطی سے تھامنے پر ابھارنے سے متعلق قرآنی آیات بہت ہیں، اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بھی بہت ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: {وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللهِ}

ترجمہ: میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے اگر اسے مضبوطی سے تھامے رکھا، اور وہ کتاب اللہ ہے۔

☆ اور مستدرک حاکم میں یہ حدیث منقول ہے: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا اذا تمسكتم بهما: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ)

ترجمہ: میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں ان کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے اگر انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا: ایک کتاب اللہ اور دوسرا میری سنت ہے، اور یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض پر آ کر مجھ سے ملیں گی۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تبارک وتعالی کے اس قول کے بارے میں کہا: ﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾

ترجمہ: جس نے میری ہدایت کی پوری طرح پیروی کی تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ نے یہ ضمانت لے رکھی ہے اس شخص کیلئے جو قرآن کو پڑھ کر اس پر عمل کرتا ہے کہ اسے دنیا میں گمراہ نہ کرے اور آخرت میں بدبخت نہ بنائے۔

چنانچہ کتاب وسنت کی پابندی کرنا امر واجب ہے، اور داعیوں پر واجب ہے کہ وہ اسکا بہت زیادہ اہتمام کریں، اور اسی کو اپنا نصب العین بنالیں، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ دعاۃ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی رائے اور خواہش کو مقدم کرتے ہیں، گرچہ وہ اپنی اس خواہش اور رائے کو دوسرا نام دے رکھے ہیں تاکہ صریح مخالفت سے خود کو بچاسکیں، لیکن یہ نام انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتے اور نہ ہی انہیں بے نیاز کرسکتے ہیں، کیونکہ ناموں کے بدلنے سے حقائق نہیں بدلتے۔

اب جو لوگ دعوتی مصلحت کو کتاب وسنت کے مخالف بتا کر اسے کتاب وسنت کے نصوص پر مقدم کرتے ہیں یہ لوگ یقینا سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

اسی طرح جو ان کی مخالفت کرے، ان سے دشمنی کرے اور انکے باطل کو ایکسپوز کرے، یہ اسکے خلاف افترا پردازی کرنا اور الزامات لگانا اپنے لئے جائز سمجھتے ہیں؛ کیونکہ ان کی نظر میں یہ دعوت کی مصلحت ہے اور اس آیت کا انہیں کچھ بھی خیال اور پاس ولحاظ نہیں ہوتا جس میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقینا انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔

وہ اس طرح کی آیتوں کا کچھ بھی پاس لحاظ نہیں رکھتے ؛ کیونکہ ان کے نزدیک دعوت کی مصلحت مقدم ہوتی ہے۔

یہ یقینا بہت بڑی غلطی اور کھلی ہوئی گمراہی ہے، جو اس طرح کی غلط فہمی میں مبتلا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے؛ کیونکہ جو ایسی سوچ اور فکر رکھتا ہے وہ کھلی ہوئی گمراہی اور قبیح جرم کا شکار ہے، اور ایسے ہی لوگوں سے سلف نے ڈرایا ہے، اور حقیقت میں یہی سلسلہ امتداد ہے ان اہل رائے کا جن کی سلف نے ہمیشہ مخالفت کی ہے، اور ان کے اور سلف کے درمیان ہمیشہ سخت علمی لڑائیاں ہوتی رہی ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اہل سنت سلف کو ان پر غالب کیا ہے، اور ان کے باطل کو توڑا ہے، تمام فضل واحسان اور تعریف اسی کیلئے ہے۔

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ زندگی کے تمام احوال اور معاملات میں کتاب وسنت کو لاگو نہ کرنے سے بہت زیادہ اضرار و مفاسد جنم لیتے ہیں۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: [الفوائد] کے اندر اسکے بعض مفاسد اور مہلک آثار کا ذکر کیا ہے اور کیا ہی خوب لکھا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: جب لوگوں نے کتاب وسنت کو اپنی زندگی میں لاگو کرنا چھوڑ دیا اور یہ اعتقاد کرلیا کہ دونوں کافی نہیں ہیں، اور دوسروں کے آراء واقوال، قیاس واستحسان کی طرف مائل ہوگئے، تو اس سے انکی فطرت میں بگاڑ، انکے دلوں میں تاریکی، انکے فہم میں کدورت اور انکی عقلوں میں کھوٹ پیدا ہوگیا، اور یہی ان پر غالب آگیا اور ان کے چھوٹے بڑے سب نے اسی کو اپنا دین سمجھ لیا، اس پر کسی نے نکیر نہیں کی، یہاں تک کہ دوسری حکومت قائم ہوگئی، جس میں سنتوں کی جگہ بدعتوں نے، عقل کی جگہ نفس پرستی نے، ہدایت کی جگہ گمراہی نے، معروف کی جگہ منکر نے، علم کی جگہ جہالت نے، اخلاص کی جگہ ریاکاری نے، حق کی جگہ باطل نے، سچائی کی جگہ جھوٹ نے، خیر خواہی کی جگہ چاپلوسی نے، عدل کی جگہ ظلم نے لے لی، اور اس طرح حکومت اور غلبہ انہیں امور کو حاصل ہوگیا اور انکے

دلدادوں ہی کو فیصل مانا جانے لگا۔

جب ایسی حکومت کو دیکھ لو جو ان امور کی سر پرستی کر رہی ہو، لاؤ لشکر انہیں کیلئے تیار کر دیئے گئے ہوں تو اس وقت تمہارے لئے زمین کی پشت سے اسکا پیٹ بہتر ہوگا، نشیبی جگہوں کے مقابلے پہاڑی ٹیلے اور انسانی معاشرے سے بہتر جنگلی معاشرے میں چلے جانا بہتر ہوگا۔

اسلئے دعاۃ پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام احوال میں کتاب وسنت کو لازم پکڑیں؛ اس لئے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑنے ہی میں دنیا وآخرت ہر دو جگہوں پر خیر عظیم مل سکتا ہے۔

اور اسی لئے جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾

ترجمہ: اور اگر تم اسے ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

تو صحابہ پر بہت شاق گزرا اور انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جن اعمال کی ہم طاقت رکھتے ہیں ان کا ہمیں مکلف بنایا گیا (جیسے نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ وغیرہ)، لیکن اب آپ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جسکی ہم طاقت نہیں رکھتے، تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا: ﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا، بَلْ قُولُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا، وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

ترجمہ: تم کیا چاہتے ہو کہ ایسا کہو جیسے پہلے دونوں کتاب والوں (یہود ونصاریٰ) نے کہا (جب اللہ کا حکم سنا): «سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا» "سنا ہم نے اور نافرمانی کی" (یعنی ہم نے تیرا حکم سنا پر ہم اس پر عمل نہیں کریں گے) بلکہ یوں کہو {سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا، وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ} "سنا ہم نے اور مان لیا۔ بخش دے ہم کو اے ہمارے مالک! تیری ہی طرف ہم کو جانا ہے۔"

جب صحابہ نے یہ کہہ دیا تو اس وقت اللہ تعالی نے ان پر تخفیف کر دی اور یہ قول نازل کیا: ﴿لَا

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا﴾

ترجمہ: اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق۔

لہذا جو اپنی زندگی میں کتاب وسنت کو فیصل مانے گا اللہ عز وجل اسکی ہر پریشانی کو کشادگی میں اور ہر تنگی کو خوشحالی میں بدل دے گا۔

اور جو لوگ وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والے حکمرانوں پر نکیر کرتے ہیں انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بھی اللہ کی شریعت کو اپنی زندگی کے امور ومعاملات میں فیصل نہیں مانتے اور نہ ہی اسے لاگو کرتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی شریعت کو اپنے تمام امور زندگی میں لاگو نہیں کرتے بلکہ یہ مبالغہ نہیں ہوگا اگر کہوں کہ اپنی زندگی کے اکثر معاملات میں وہ اسے لاگو نہیں کرتے۔

اس لئے وہ اللہ کا خوف کھائیں اور دوسروں کا محاسبہ کرنے سے قبل اپنا محاسبہ کریں، وباللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔